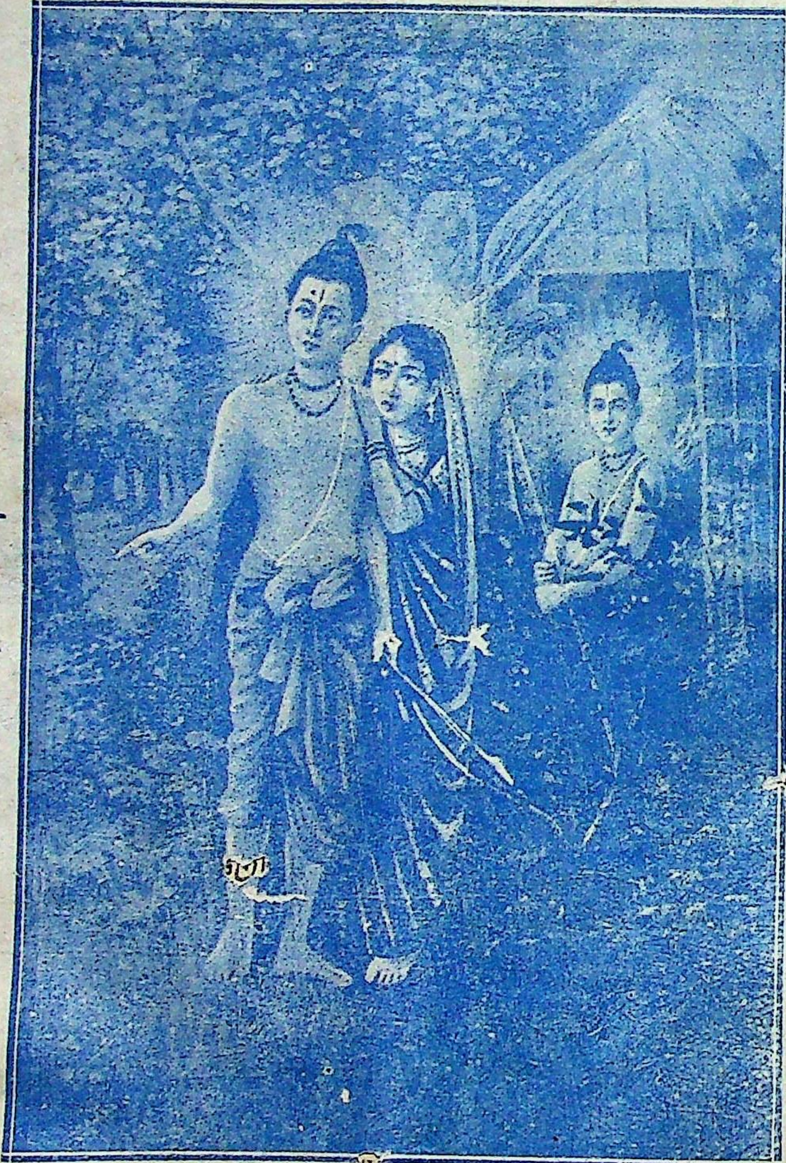
روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

October 1965



RAM NUMBER

Price 60 P.

Editor : G. N. NANDA



کم پیداوار دینے والی دھرتی پر کام کرتا ہوا تھکا ہارا نڈھال انسان ——
ہاں، یہی بھارتی کسان کی تصویر ہے۔ سوکھے اور بارش کی تندی تُرشی میں اُس کے ہاتھ دُعائے
لئے اُٹھے ہی رہتے ہیں۔

پلان کا اہم جُزو ہے، زراعت کے ڈھانچے میں تبدیلی لانا۔
کیمیائی کھادوں سے دھرتی زرخیز بنتی ہے، جبکہ تحقیق کی بدولت
بیجائی کے لئے بہتر بیج دستیاب ہوتے ہیں۔ آبپاشی کے پروجیکٹوں
کے ذریعے برسات کی تندی تُرشی اور جھاگ اُگلتے طوفانی دریاؤں
پر قابو پا لیا گیا ہے۔ اب زیادہ اراضی میں سینچائی یقینی ہوگئی ہے۔



زراعت —— ہماری معیشت کی بُنیاد

DA 65/172

رسالہ اوم جاری شدہ ۱۹۳۴ء

اوم دہلی

اندرون اجمیری گیٹ دہلی

فہرست مضامین

اکتوبر ۱۹۶۵ء

چندہ سالانہ آٹھ روپے -/8/-
وی۔ پی۔ منگوانے پر
60 پیسہ زائد
ممالک غیر سے 14 روپے
قیمت فی پرچہ ساٹھ 60 پیسے
ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
۱	پن گوائے دل اور دکھ دلائے چلے	کوی لوکناتھ دِل	۱
۲	ننتھنکا سمادھان	ایڈیٹر	۳
۳	امر کتھا	شری بھاگ مل جی ساتھی	۹
۴	سرشٹی کی بجھارت	پروفیسر نرمل چندر جی	۱۲
۵	شریمد بھگوت گیتا اور سوادھیائے	منشی جوند لال جی	۱۴
۶	پرارتھنا	شری منوہر لال جی	۱۶
۷	نوجوانوں میں اخلاقی گراوٹ	پنڈت خوشدل	۱۷
۸	راماین سے سبق	ایڈیٹر	۱۸
۹	وہی آدمی ہے (نظم)	شری گوپال داس مسرور	۱۸
۱۰	مہاتما گاندھی کے وچار	ماخوذ	۱۹
۱۱	محبت کا سبق	شری جگن ناتھ کھنہ بی اے۔ بی۔ ٹی	۲۰
۱۲	چور کون	شری لابھ چند چوپڑہ	۲۱
۱۳	خدمت خلق	شری نوبت رائے شوخ	۲۲
۱۴	قلبی سکون	امیر ترین ۲ بوڑھوں کی رائے	۲۳
۱۵	راہ نجات	پنڈت وید پرکاش شرما	۲۴
۱۶	دولت کا بہترین استعمال	رائے صاحب لالہ ہر گوبند جی	۲۷
۱۷	کیا کھویا کیا پایا	شری ہری چند جی خوشدل	۲۸
۱۸	آزادئ ہند	شری رتن پٹیالوی	۳۰
۱۹	چار آریہ ستیہ	پروفیسر نرمل چند جی	۳۱
۲۰	سیتا جی کا پتی برت دھرم	ٹھاکر لال سنگھ جی	۳۳
۲۱	رام بن باس	ستیہ پرکاش مہتاب	۳۴
۲۲	ہند کی آزادی کی پہلی تحریک	شری ہری چند خوشدل ایم۔ اے	۳۷
۲۳	ہندی نوجوان سے خطاب	کوی لوکناتھ دِل	۴۱
۲۴	ایک ہندی نوجوان کا عزم یقین	شری حسرت اساپوری	۴۲
۲۵	تعریفی چٹھیاں	اوم پریمی	۴۳
۲۶	ظالم سنگھ	شری سنگھ امرتسری	۴۴
۲۷	وصیت کا اشارہ	جگدیش بہادر ورما کیف	۴۵
۲۸			۴۶
۲۹			

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلیشر و پروپرائٹر نے شہود لیتھو پریس دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا۔

رامائن کا ایک دردناک درشیہ

بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

کوی لوکناتھ دِل

(۱)

ناگرِک سب نگر کے کھڑے رو رہے ؛ اشرُو دانے ہیں دھرتی پہ سب بو رہے
راج ماتائیں رو رو کے موَن ہو گئیں ؛ راج منتری ہیں سارے ادھیر ہو رہے
نینوں سے پھُوٹ کر اشرُو دھارے چلے
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

(۲)

راج کو راجیا ٹھوکر لگا کر چلے ؛ پِتا آگیا کو سر پہ جھُکا کر چلے
جُوڑا الکوں کا باندھا بڑے پیار سے ؛ ویش بنباسیوں کا بنا کر چلے
بوڑھوں بچوں کے سُندر سہارے چلے!
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

(۳)

سسکیاں بھر رہی ہیں ہوائیں ادھر ؛ اشرُو برسا رہی ہیں گھٹائیں ادھر
پیلا ہونے لگا ہے گلابوں کا رنگ ؛ سوکھتی جا رہی ہیں لتائیں ادھر
نظریں ویاکُل ہوئیں کہ نظارے چلے
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

(۴)

کوئلیں گیت اپنے سنائیں کیسے ؛ مور اپنا نرت اب دکھائیں کیسے
ڈالیاں آج مستی میں جھُومیں تو کیوں ؛ پھول ہنس ہنس کے اپنے دِل ہنسائیں کیسے
نین سُونے ہیں نینوں کے تارے چلے
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

(۵)

تُو بھی جی بھر کے اشرُو بہا لے اے دِل ؛ آپ رو کر جہاں کو رُلا لے اے دِل
پھر نہ پائے گا چودہ ورش یہ چرن ؛ پھُول شردھا کے اب تو چڑھا لے اے دِل
جاگا دُربھاگیہ پرانوں کے پیارے چلے
بن کو اے دِل اودھ کے دُلارے چلے

شنکا سمادھان (دان یعنی خیرات)

ایڈیٹر

پرشن ۔ میرے ایک معزز عمر رسیدہ رشتہ دار عرصہ سے بیمار ہیں۔ ایک روز میں اُنکی مزاج پرسی کو گیا اور میں نے اُن کو کہا کہ کچھ دان پُن کریں تو انہوں نے غصہ میں آکر کہا کہ یہ تو پرماتما کو رشوت دینے کے مترادف ہوگا۔ آپ اپنے رسالہ میں اس کا جواب دیں کہ ہندو شاستر اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔؟

منوہر لال پوری نئی دہلی

اُتر :۔ آپ کے ارشاد مطابق پہلے اپنے دھرم شاستروں میں سے چند شلوک درج کئے جاتے ہیں۔ بعد میں پرماتما کو رشوت دینے کا جواب دیا جائے گا۔

अर्था पाद रजोपमा, गिरि नदी वेगोपमं यौवन-
मायुष्यं जललोल विन्दु चपलं, फेनोपमं जीवितम्।
धर्मं यो न करोति निन्दित मतिः स्वर्गाऽर्गलोद्घाटनं
पश्चात्ताप युतो जरा परि गतः शोकाग्निना दह्यते॥

ارتھ ۔ دھن تو پاؤں کی دھُول کے سمان ہے۔ جوانی پہاڑی ندی کے پرواہ کے سمان (چنچل) ہے۔ آیو (عمر) جل کے بلبلے کے سمان ہے جیون پھین (جھاگ) کے تلیہ (برابر) ہے۔ اس لئے جو مُورکھ دھرم کا سیون نہیں کرتا۔ (جو کہ سورگ کا دروازہ کھولنے والا ہے) وہ بردھ اوستھا میں (جبکہ شریر کمزور اور بیماری کا گھر بن جاتا ہے) پشچاتاپ روپی اگنی میں جلتا رہتا ہے۔

उपार्जितानां वित्तानां त्याग एव हि रक्षणम्।
तडागो दर संस्थानां परीवाह इवाम्भसाम्॥

ارتھ ۔ اکٹھا کئے ہوئے دھن کو ست پاتر میں دینا ہی اس کی رکھشا ہے۔ جیسے تالاب کے بھیتر (اندر) کا جل نکال دینے ہی سے اُس کے جل کی شدھی ہوتی ہے۔

यद धोधः क्षितौ वित्तं निचखान मितम्पचः।
तदधोनिलयं गन्तुं चक्रे पन्थानमग्रतः॥

ارتھ ۔ جس کرپن (کنجوس) نے دھن کو پرتھوی کے اندر گاڑ دیا ہے اُس نے پہلے سے ہی مانو اپنے لئے نیچے (نرک میں) جانے کیلئے مارگ (راستہ) بنا لیا ہے۔

निज सौख्यं निरुन्धानो यो धनार्जन मिच्छति।
परार्थ भार वाहीव क्लेशस्यैव हि भाजनम्॥

ارتھ۔ جو پرانی اپنے کو کشٹ میں ڈالکر دھن اکٹھا کرتا ہے وہ دوسرے کا بوجھ ڈھونے والے قلی کی طرح کیول (محض) دکھ ہی پاتا ہے۔ سکھ نہیں!

दानोपभोग हीनेन धनेन धनिनो यदि ।
भवामः किं न तेनैव धनेन धनिनो वयम् ॥

جس دھن کا استعمال نہیں کیا گیا اور نہ کسی کو دان دیا گیا۔ اس دھن سے یدی (اگر) منش اپنے کو دھنی سمجھتا ہے۔ تو پرتھوی کے اندر رکھے ہوئے (یا بنک کے لاکروں میں پڑے ہوئے) دھن سے اگر کوئی اپنے آپکو دھنی سمجھتا ہے تو کیا وہ لوگ دھنی نہیں ہیں۔ جن کے پاس روپیہ نہیں ہے۔

धनेन किं यो न ददाति चाश्नुते
बलेन किं यो न रिपून्न बाधते ।
श्रुतेन किं यो न च धर्ममाचरेत्
किमात्मना यो न जितेन्द्रियो भवेत् ॥

اس دھن سے کیا لابھ ہے۔ جس دھن سے دان نہ دیا جائے۔ اس بل (طاقت) سے کیا لابھ جو شتروؤں (دشمنوں) کو سزا نہ دے سکے۔ شاستر کو سننے سے کیا لابھ اگر اُس نے انوسار (مطابق) دھرم آچرن نہ کیا۔ اور اُس کے منش شریر دھارن کرنے سے کیا لابھ جو جتیندرہ نہ ہو۔

असम्भोगेन सामान्यं कृपणस्य धनं परैः ।
'अस्येद' मिति सम्बन्धो हानौ दुःखेन गम्यते ॥

کرپن (کنجوس) کا دھن اُس کے کام میں نہ آنے سے دوسرے کے دھن کے برابر ہے "پرنتو وہ دھن اُس کرپن کا ہے" یہ بات اتنے سے ہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اُس دھن کے نشٹ ہونے پر دکھی ہو کر روتا ہے۔

न देवाय न विप्राय न बन्धुभ्यो न चात्मने ।
कृपणस्य धनं याति वह्नितस्कर पार्थिवैः ॥

کنجوس کا دھن نہ دیوتا کے کام (یگیہ آدی وغیرہ) میں آتا ہے۔ نہ برہمنوں کے کام میں آتا ہے (پتری آدی یگیہ) اور ودوانوں دوارہ یا کشالاؤں کیلئے) اور نہ بندھوؤں (غریب رشتہ داروں) کے۔ اور نہ ہی اپنے ہی کام آتا ہے۔ (یعنی دان پنیہ کر کے سورگ کی پراپتی) کنتو (لیکن) وہ دھن یا تو اگنی میں جل جاتا ہے یا اُسے چور چرا لیتے ہیں۔ یا اُسے راجہ (گورنمنٹ) لے لیتی ہے۔

यद्ददाति यदश्नाति तदेव धनिनो धनम् ।
अन्ये मृतस्य क्रीडन्ति दारैरपि धनैरपि ॥

دھنی جو اپنے دھن کو دیتا اور اُپ بھوگ (اپنے لئے استعمال) کرتا ہے۔ وہی اس کا (اپنا) دھن ہے۔ مرنے پر تو اُس کے دھن وغیرہ سے

دوسرے ہی لوگ آنند کریں گے۔ (عیش منائینگے) وہ تو زندگی میں اُس دھن کا رکھوالا ہی ہوتا ہے۔
جیسے ہانس کو آکاش میں پکھشی کھاتے ہیں۔ پرتھوی میں شیر، چیتے وغیرہ کھاتے ہیں۔ جل میں مگرمچھ مچھلیاں کھاتی ہیں۔
اُسی پرکار دھنی کے دھن کی بھی دشا ہوتی ہے۔
جیسے پرانیوں کو یم (ملک الموت) سے ڈر لگتا رہتا ہے۔ ویسے ہی دھنی منشیوں کو۔ راجہ (گورنمنٹ) سے اگنی سے
اور چوروں سے۔ نیز رشتہ داروں سے سدا ڈر لگتا رہتا ہے۔

यो नात्मजे न च गुरौ न च भृत्य वर्गे- दीने दयां न कुरुते न च बन्धु वर्गे। किं तस्यजीवेन मनुष्यलोके, काको ऽपि जीवती चिराय बलं च भुंक्ते॥

جو شخص کسی رشتہ دار، کسی سمبندھی، اور گورو، برہمنوں اور دین دکھیوں پر دیا نہیں کرتا یعنی اُن کی امداد نہیں کرتا۔ اس کا منش
شریر دھارن کرنا ویرتھ (فضول) ہی ہے۔ اپنا پیٹ تو کوّے اور پشو وغیرہ بھی بھر کر زندگی گذار لیتے ہیں پھر انسیں اور پشوؤں
میں کیا وشیشتا ہے۔

کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

دینے کو انّ دان ہے۔ لینے کو ہری نام — ترنے کو ہے دینتا۔ ڈوبن کو ابھیمان

گورو نانک صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

کیجے نیک نامی جو دیوے خدائے   جو دیسے زمیں پر سو ہوسی فنائے
زائم و دولت کیسے بے شمار   نہ رہیں گے کروڑی نہ رہینگے ہزار
دمڑا[1] لیتی کا جو خرچے اور کھائے   دیوے دلاوے رجاوے خدائے
تحقیق دل دانی   وہی بہشت جائے۔
کیجے تواضع نہ کیجے گمان   نہ رہسی ایہہ دُنیا نہ رہسی دیوان
ہاتھی و گھوڑے و لشکر ہزار   ہوئینگے غرق کچھ لاگے نہ بار
دُنیا کا دیوانہ کہے مُلک میرا   آئی موت سر پر نہ تیرا نہ میرا
کئی گئے دیکھ واجے بجائے   وہی ایک رہسی جو ساچا خدائے
آیا اکیلا اکیلا چلایا   چلتے وقت کوئی کام نہ آیا
لیکھا منگیے کیا دیجے جواب   تو یہ پکارے تو پاوے عذاب
دُنیا یہ کر زور دمڑا کمایا   کھایا ہنڈایا اُجائیں[2] گنوایا
آخر پچھوتا تاں کرے ہائے ہائے   دو گھہ[3] گیانتے توں پاویں سزائے
لعنت ہے تیں کو و تیںڈی کمائی   دغا بازی کر کے دُنیا لوٹ کھائی
پیتے پیالے اور کھائے کباب   دیکھو رے لوکو جو ہوتے خراب
جس کا تو بندہ تیسی کو وسار یا   دُنیا کے لالچ نے صاحب وساریا
نہ کیتی عبادت نہ رکھیو ایمان   نہ کیتی حکومت پکارے جہان
اندر محل کے توں بیٹھا ہیں جائے   حرماں سے کھیلیں خوشیوئیں[4] لگائے

[1] روپیہ پیسہ
[2] فضول
[3] یم لوک
[4] (تمہاری)

نہ سُوجھے نہ بُوجھے باہر گیا ہوئے
بستی اُجاڑیں پھر نہ وساویں
شرمندہ نہ ہو کچھ نیکی کمائیے
غفلت کروگے تو کھاؤگے مار
توبہ کرو بہت کیجے نہ زور
چیتے کبوتر جُنا ور کی چھاؤں
چالی گنج* جوڑے نہ رکھیو ایمان
ندانی** یہ دُنیا و فانی مقام
ہر وقت بندے نہ خدمت و سار
توبہ نہ کیتی آ کردے گُناہ

حرامی غریباں کو مارے بگوئے
کوکیں پکاریں تو داد نہ پاویں
رخصت کا جا مہ تو پھیرے نہ جائے
بیٹا و بیٹی کوئی لے گا نہ سار
دوزخ کی آتش جلاویگی گور
کئی خاک ہوتے کوئی پوچھے نہ ناؤں
دیکھو رے لوکو قاروں*** ہوتا پریشان
تو خود چشم بینی سے چلتا جہان
مستی اور غفلت میں بازی نہ ہار
نانک ایسے عالم سے تیری پناہ

* خزانے
** مورکھ
*** قاروں بادشاہ جس نے تمام دُنیا کی دولت لوٹ کر اپنے خزانے بھر رکھے تھے۔

(بشکریہ تیری اوم پرکاش کنتیپ لدھیانہ)

اس دھن دولت کے موہ نے منش کی بدھی ملین کردی ہے۔ اور انسان اپنے پروردگار کو بھول چکا ہے جس پربھو کی اپار کرپا سے پران (سوانس) اندر اور باہر آجا رہے ہیں۔ اور شریر زندہ رہتا ہے جس پربھو نے سب سے ضروری اور قیمتی ہوا کو بنایا اور بغیر کسی قیمت کے سب جیو جنتوؤں کو مفت میں دے دیا۔ اور جس کو پراپت کرنے کے لئے کسی کو کوئی یتن (محنت) بھی نہیں کرنی پڑتی اور جس کے بغیر انسان ایک سیکنڈ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

پانی جیسی امرت وستو بھی اس پربھو کی کیسی دین ہے۔ جس کے بغیر بھی انسان کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ اگنی اور سُورج۔ چندرماں کے بغیر بھی کسی کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔ ایسے پربھو سے بے مُکھ ہو جانا کتنی احسان فراموشی ہے۔ 84 لاکھ قسموں کے پشو پکشی اور دیگر جاندار بنائے اور منش کو ان سب سے افضل رتبہ دیا۔ دو آنکھیں۔ دو کان۔ ناک۔ مُنہ۔ وغیرہ کس خوبصورتی سے جسم کے اوپر کے حصہ میں جوڑ دیئے۔ اگر انسان کا صرف ناک ہی کٹ جاوے تو چہرہ یکسفر خراب اور ڈراؤنا نظر آوے۔ کان کا پردہ پھٹ جاوے تو اس کو کوئی دوبارہ درست نہیں کر سکتا۔ چمڑے کی آنکھیں بنا کر اُسمیں روشنی بھردی۔ اور سورج دیوتا کو اُس میں بٹھا دیا۔ کیسا کمال اور کیسی کاریگری ہے۔ منش کی کھوپڑی میں دماغ رکھ دیا۔ اگر وہ دماغ خراب ہو جاوے۔ تو سارا جسم ہی بیکار ہو جاوے۔ پاگلوں کی دشا کو دیکھو۔ بڑے بڑے امیر صحت مند بر سر اقتدار راجے مہاراجے۔ جب پاگل ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو بھی لوہے کی زنجیروں میں باندھنا پڑتا ہے۔ دماغ (بُدھی) کو جس پرماتما نے منش کو بخشا ہے اس کا عوضانہ (قیمت) کون دے سکتا ہے۔ پرماتما تو سب سے بڑا دانی ہے۔ وہ خود کسی سے کچھ لیتا نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ دیتا ہی دیتا ہے۔ اس کو رشوت دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

روزی رساں ہے تو

امیر الشعرا دیوان پنڈی داس جی قمر

مددگارِ دوعالم دستگیرِ بیکساں ہے تو
کوئی حد ہے ترے فضل و کرم کی دین دنیا میں
ہوا میں آب میں۔ اور مختصر یہ ہے کہ پتھر میں
پلٹ آئی میری فریاد آخر نارسا ہو کر
میری آمد سے پہلے ہی میرے پستانِ مادر میں
ادھر چیونٹی کو اک دانہ۔ ادھر سیمرغ کو ہاتھی
ہر اک دانہ پہ لکھا ہے مقدر کھانے والوں کا
ہزاروں بند کھلتے ہیں۔ جب اک در بند ہوتا ہے
تونگر ہو کہ مفلس ہو۔ گدا گر ہو کہ سلطاں ہو

ازل سے تا ابد جانِ جہاں روزی رساں ہے تو
جو ماں کے پیٹ میں دیتا ہے وہ روزی رساں ہی تو
ہر اک جاں دار کا ہر حال میں روزی رساں ہے تو
اسے جب ہو گیا معلوم یہ روزی رساں ہے تو
بہائے دودھ کے دریا عجب روزی رساں ہے تو
ہر اک کا حسب پیمانہ۔ فقط روزی رساں ہے تو
خداوندِ دوعالم۔ بے بدل روزی رساں ہے تو
غمِ روزی کہاں مجھکو کہ جب روزی رساں ہے تو
ترے در کے سبھی طالب ہیں کیوں؟ روزی رساں ہی تو

قمرؔ بھی ہے ترے در کا بھکاری یا سخی داتا
بحالِ کس مپرسی ایک روزی رساں ہے تو

پرماتما۔ اس جیو کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ لیکن اہنکار کو کبھی نہیں بخشتا۔ گویا اہنکاری منش اُسکے قہر سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ منش سمجھتا ہے۔ کہ یہ دھن میرا ہے۔ میں نے اس کو کمایا اور جمع کیا ہے۔ لیکن یہ ذرا بھی نہیں سوچتا۔ کہ اگر اس کو کتے بلی۔ بیل وغیرہ کی یونی میں پیدا کر دیا جاتا۔ تو اس کے پاس کہاں سے دھن آتا۔ پرماتما کی سب سے بڑی دین تو یہ منش شریر ہے پھر منش شریر بھی کسی کوڑھی۔ اپاہج۔ اور اتی غریب کے گھر پیدا ہوتا۔ نیز لاغر بیمار اور نکما ملتا اور یہ در در کے دھکے کھاتا۔ تب اس کو معلوم ہوتا کہ ایشور کے احسانات کیا ہیں۔ امیر گھرانے میں پیدا ہوتا۔ تعلیم کو حاصل کر کے جج بیرسٹر۔ انجینیر۔ کنٹریکٹر یا منسٹر بن کر روپیہ کماتا۔ کیا ایشور کی کرپا اور انوگرہ کا پھل نہیں۔ انسان سمجھتا ہے کہ میں نے اپنی عقل سے روپیہ کمایا۔ لیکن یہ نہیں سوچتا کہ یہ عقل اور دیگر موافق حالات پیدا کرنے والی تو کوئی اور ہی شکتی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اُس سروشکتیمان اور دیالو پربھو کے احسان مند ہوتے اور کہتے کہ ہے پربھو! یہ سب کچھ تیرا ہے۔ (میرا مجھ میں کچھ نہیں۔ جو کچھ ہے سب تور) اور یہ تمہاری دستو تمہارے ہی ارپن ہے۔ الٹا ہم اہنکار میں آکر یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہم پربھو کو رشوت کیوں دیں۔

جسکی دست لتس آگے راکھے۔ پربھو کی آگیا مانتے ماتھے
اُس سے جو گن کرے نہال۔ فانکؔ صاحب سدا دیال

جو شخص پرماتما کی بخشی ہوئی ذات کو اپنی پیدا کردہ جائیداد تصور کر لیتا ہے۔ اس کی دشا اس بنک کے خزانچی کی طرح ہے۔ جو بنک کے خزانہ کا خود مالک بننے کی حماقت کرتا ہے۔ بیگانی چیز جو کہ امانت کے روپ میں دی گئی تھی۔ اُسکو محض اپنے استعمال کیلئے ہی ریزرو کر لینا سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ دھن دولت ایشور کی دین ہے۔ اس پر قبضہ کر لینا سب سے بڑی چوری ہے۔ پرماتما سے ڈرو۔ وہ جہاں نیائے کاری اور دیالو ہے۔ وہاں وہ جیو کے کرموں کے مطابق سزا دینے کے لئے یم (ملک الموت) بھی بن جاتا ہے۔ انسان کو احسان فراموش (کرتگھن) تو کبھی بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ ورنہ سزا پاتا ہے۔

جن لوگوں نے اس بات کو سمجھ لیا ہے۔ وہ تو اپنا تن من دھن۔ ایشور ارپن کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہ سب جیو جنتوؤں۔ اور منش ماتر میں اس پربھو کے ہی درشن کرتے ہوئے اُنکے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ مہاراجہ ہرشچندر نے سوپن میں ہی اپنا راج پاٹ دان دیکر خود ایک چنڈال کے ہاں نوکر بنے۔ راجہ بلی نے راج پاٹ کے علاوہ اپنا شریر تک دان کر دیا۔ مہاراجہ شبوی نے پرابکار کی خاطر اپنے شریر کے ٹکڑے ٹکڑے کرا دیئے۔ مہرشی دھدیچی نے اپنے شریر کی ریڑھ کی ہڈی دیوتاؤں کو نکالکر دیدی تاکہ وہ اسروں پر جے پراپت کریں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب دیکھا کہ اب شریر کا انت ہونے والا ہے تو وِدوان براہمنوں کو بُلا کر سناتن دھرم کی وِدھی کے مطابق اپنے خزانہ کا بیشتر حصہ دان کر دیا۔ انہوں نے دیو مندروں کو بنوایا۔ (اُن دنوں مندر اور گوردواروں میں کوئی علیحدگی نہیں تھی۔ یہ دویت بھاو آجکل کے سیاسی اور خود غرض لیڈروں کی کُٹِل نیتی کا کارن ہے۔ ورنہ ہندو اور سکھ ایک ہی ویدک دھرم کے انو یائی تھے) مہاراجہ رنجیت سنگھ وِدوان براہمنوں کی قدر کرتے تھے۔ اُن کے پردھان منتری، دکھن کے ایک مشہور دری براہمن تھے اور دوسرے بہت سے اعلیٰ منصب دار بھی ہندو اور مسلمان تھے۔ تہواروں اور گورپربوں کے موقعہ پر وہ خزانہ کے دروازے ہی کھول دیا کرتے تھے۔ اور بیکسوں اور غریبوں کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔

کاش کہ آج بھی ہمارے رہنما مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرح دھارمک اور فیاض ہوں۔ تاکہ جنتا جناردھن کی سیوا ہو سکے۔ لوگوں کے دُکھ دُور ہوں۔ اور غریبوں کی شنوائی ہو۔ اس کانگریس راج میں لوگوں کے اندر دھرم بھاونائیں ختم ہو چکی ہیں۔ لوگ ناستک ہو گئے ہیں اور اُن کا اخلاق دن بدن پست ہو رہا ہے۔ سکولوں کے بچے آوارہ گرد، سکول ماسٹروں کی عزت اُتارنے والے اور ماں باپ کے نا فرمانبردار بنتے جا رہے ہیں۔ اور یہ سب دھرم اور کرم کو تلانجلی دینے کا ہی کھیل ہے۔ کہ چاروں طرف سے ہمارا دیش دشمنوں کی لپیٹ میں آ گیا ہے اور ہمارے دیش کے بیشتر لوگ دیش اور جاتی کے ورودھی اور دشمنوں کے ایجنٹ بن گئے ہیں۔ گؤ - بیل - گھوڑا اور دیگر بے زبان جانوروں پر جاہل لوگ بیحد اتیاچار کر رہے ہیں۔ کیا ان بے زبان جانوروں کی داد فریاد قدرت کے کانوں تک نہیں پہنچتی ہوگی؟ آخر ان پاپ کرموں کا پھل ہمیں بھگتنا ہی پڑیگا۔ چھوٹی چھوٹی انجان بچیوں کو ناچنا اور گانا سکھایا جا رہا ہے۔ تاکہ وہ ایکٹرسیں بنیں! اور اس طرح دھارمک سنسکاروں کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے سینما۔ اور ریڈیو پر مخش گانے نیز مخش لٹریچر کے پرچار کو بند کرنے کے لئے ہماری گورنمنٹ کچھ بھی نہیں کر رہی۔ اور اس کا ہی نتیجہ ہے کہ تمام دیش کے لوگوں میں دان پنیہ اور دھارمک وچار ختم ہو گئے ہیں۔ بھرت جی نے فرمایا تھا کہ راجہ اُسی کو بنانا چاہیئے جو کہ دھارمک ہو۔ ورنہ دیش ادھوگتی (رسا تل) کو پہنچ جائے گا!

دورِ حاضرہ

از شری کسی ستگورو پنڈت جی

دنیا بدل رہی ہے یا ہم بدل رہے ہیں
گرتے ہی جا رہے ہیں جتنا سنبھل رہے ہیں
مجبوریاں کچھ ایسی حائل ہیں درمیاں میں
کچھ ہاتھ میں نہیں ہے ہاتھوں کو مل رہے ہیں
اپنی برائیوں پر افسوس ہم ہیں نازاں
کیسے ہیں ہم بیبا اچھل رہے ہیں
اور کہہ کے کہتے وہ آجکل کا جگ ہے
کلجگ جسے تھے کہتے کب سے ہی چل رہے ہیں
کرنے سے توم کے کبھی اب ہاتھ مل رہے ہیں

یہ بات ہی کچھ ایسی منہ سے نہیں نکلتی
گویا بچھڑ رہے ہیں یا اوقات ٹل رہے ہیں
ہے منقلب زمانہ ماحول ایسا بگڑا
سوزِ حسد سے ہردم زندہ ہی جل رہے ہیں
اگلی سی وہ محبت شفقت نہیں رہی کچھ
بھائی سے آج بھائی تیور بدل رہے ہیں
حق بات تو ستگورو کہنا ہی پڑ رہی ہے
اونچے پہ چڑھ رہے تھے نیچے پھسل رہے ہیں

امر کتھا

از قلم
شری بھاگ مل جی سائینی

متلاشی حق - اے ستیہ پرش! میں دُکھ کے سمندر میں غوطے کھا رہا ہوں۔ دکھ کے آنسو میری آنکھوں سے لگاتار ٹپک رہے ہیں روزانہ زندگی کے خرخشوں سے بُری طرح زخمی ہو رہا ہوں گھریلو حالات نے پریشان کر رکھا ہے اپنے ہاتھ سے بُنے ہوئے جال میں ہاتھ پاؤں پھنس گئے ہیں بہت بُری چوٹیں لگ رہی ہیں۔ گھاؤ اتنے گہرے ہیں کہ بیان نہیں کر سکتا ایک طرف افلاس، ناامیدی اور مایوسی کی وجہ سے میرے گھر کے در و دیوار پر حسرت چھا رہی ہے دوسری طرف دُکھ لگاتار ستا رہے ہیں۔ تیسری طرف بیوی کی ناچاقی سینے پر برچھیاں چلا رہی ہے تسکین قلب کوسوں دُور ہے شک و شبہات لگاتار جان لے رہے ہیں۔ میں بُری عادت تک خودی اور خود غرضی کی سیر ذی کرتا رہا۔ خود پسندی اور شخصی ملاقات نے بہرہ ور اندھا کر رکھا ہے دلبستگی کے جال میں پھنسا رہا بے فائدہ خواہشات، اور اُلٹے جذبات کے پیچھے گھومتا رہا۔ مختصر یہ کہ میرے ارد گرد ایک جہنمی ماحول ہے ان تمام دکھوں کی دوا ہاتھ نہیں لگتی۔ دل چاہتا ہے کہ گھر بار چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاؤں جملہ دکھوں سے نجات کا اس کے سوا اپنے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں پاتا۔ میرے دُکھ کلیش مٹاؤ پاکیزہ ترین اور افضل ترین راستہ دکھاؤ گمراہی اور گم گشتگی کے دلدل سے باہر نکالو اور شانتی کے اصلی راستہ پر لے چلو۔

ستیہ پرش! اے خدائی عظمت کی زندہ تصویر! میں اپنے تجربہ اور مہرشی رابندر ناتھ ٹیگور کے الفاظ میں کہتا ہوں کہ جب انسان پربھو سے بیمکھ ہو جاتا ہے تو پھر انیک دقتوں اور دشواریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے جیون کے سامان خود پیدا کرتا ہے اور اپنے ٹکڑے ٹکڑے کر لیتا ہے اور اپنا خون جگر پیتا اور پوست بدن کھاتا ہے اُسے اندر سے منہ کرنے کی بجائے کوئی دوسرا چارہ ہی نہیں رہتا وہ دنیا کے حالات اور واقعات کو اپنا مخالف تصور کر کے رات دن اس بات میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے کہ کس طرح انہیں مغلوب کر کے اُن سے عہدہ بر آ ہو اور جب بہت پریشان خاطر اور آزردہ ہو جاتا ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ ایشور نے اپنے انتظام میں میرے ساتھ بہت بے انصافی کا سلوک روا رکھا ہے۔

میں نے زندگی میں دیکھا ہے کہ تکلیف اور مصیبت کے سخت ترین تجربات کی زوردار بارش کے بغیر دل کی زمین زرخیز نہیں ہو سکتی۔ حقیقی سُکھ کے لئے دل میں دُکھ درد کے ذریعہ حقیقی ہلچل اور پریشانی کا ہونا لازمی اور لابدی ہے۔ ؎

دُکھ بھی انسان کو بے سود نہیں ہوتا ہے۔ حتی کہ کانٹے میں بھی کچھ فیض چھپا رکھا ہے۔ رنج و غم تو شانتی اور صبر ناپنے کا ایک آلہ ہے کیا تم نہیں جانتے کہ بعض اوقات دُکھ کا تحت تجربہ وہ باطنی حکمت دیتا ہے جو کروڑوں کتب مقدسہ پڑھنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ ؎

جہاں میں غم کا کھلنا ہے ذریعہ شادمانی کا
کہ ہنسنا پھول کا منحصر ہے شبنم کے رونے پر

"مسرت کے دستر خوان کا پورا فائدہ اُٹھانے کے لئے اے دوست غم کو کھٹائی کی طرح سمجھ! بے انتہا مسرت اس لذیذ کھانے کی طرح ہے جسے زیادہ مقدار میں کھانے سے طبیعت بھر جاتی ہے اور ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے غم کی کھٹائی کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ اسے ہضم کرنے کی کوشش کر۔"

علامہ زماں سر اقبال فرماتے ہیں

گوسراپا کیف عشرت ہے شرابِ زندگی — اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحابِ زندگی
موجِ غم پر رقص کرتا ہے حُبابِ زندگی — ہے الم کا سُورہ بھی جُزوِ کتابِ زندگی

ایک بھی پتّی اگر کم ہو تو وہ گُل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بُلبُل وہ بُلبُل ہی نہیں

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں — نغمۂ انسانیت کا بل نہیں عزاز فغاں!
دیدۂ بینا میں داغِ غم چراغِ سینہ ہے — رُوح کو سامانِ زینت آہ کا آئینہ ہے!!
حادثات غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال — غازہ ہے آئینہ دل کے لئے گردِ ملال
غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے — ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے
طائرِ دل کے لئے غم شہپرِ پرواز ہے — راز ہے انساں کا دل غم انکشافِ راز ہے

غم نہیں غم روح کا ایک نغمۂ خاموش ہے
جو سرورِ ربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے

بقول ایک فہیم روح دنیا عالم تجرباتی ہے کوئی قربان گاہ یا ڈراؤنی شئے یا پھسلنے والا آنگن یا جُوا یا لاٹری یا ذبح خانہ نہیں یہاں ہر شخص کو چار و ناچار اپنی غلطیوں کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے یا یوں کہ زندگی ایک سزا نہیں بلکہ اس کے رنج و غم اور دُکھ درد یہ بات صاف صاف روشن کرتے ہیں کہ انسان نے ابھی تک صحیح معنوں میں جینا نہیں سیکھا۔ جب تک وہ درست طور پر زندگی بسر نہ کریگا وہ حقیقی خوشی سے ہرگز بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ زندگی کی خوشی ڈھونڈنے اور حاصل کرنے کی شئے ہے یعنی صحیح زندگی بسر کرنے سے ہی خوشی نمودار ہو سکتی ہے۔

تجربہ زندگی کی خوراک ہے اسکے بغیر سچی خوشی اپنے پورے جوبن پر نہیں آسکتی نہ زندگی کا اصل سبق کوئی ایسی شے نہیں جو محض روحانی کتابوں یا وعظ کے ذریعے حاصل ہو سکے وہ تو زندگی کی کش مکش کے ذریعے ہی سیکھا جا سکتا ہے۔ یعنی زندگی میں بار بار گرنے اور اُٹھنے کے ذریعے ہی آتا ہے۔ رنج و غم کے تجربات ہی خوابیدہ روح کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر بیدار کیا کرتے ہیں مطلب یہ کہ زندگی ہمیشہ تجربات کے ذریعے ہی مکمل ہوتی ہے۔ ذاتی تجربات بہت مفید ہیں اور اس سے کم دوسروں کے۔ چونکہ انسان سارے تجربات خود نہیں کر سکتا اس لئے یقیناً دوسروں کے تجربات سے بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے مثلاً شرابی کی بدحالت کو دیکھکر شراب پینے کے بد نتائج کے تجربات کا تم فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔ خود شراب پی کر خراب خستہ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں افلاطون سے کسی نے پوچھا "آپ نے عقل کیونکر پائی"، افلاطون نے جواب دیا "بھائی! محض نادانوں سے" وہ کیونکر؟ افلاطون نے بتایا۔ "اُن کو رنج و غم اور مصیبت میں مبتلا دیکھکر میں نے اُنکے اُلٹ کام کیئے۔ جس کا نتیجہ شانتی اور سکھ پایا۔" تمہارا خیال ہے کہ دُنیا کے اکھاڑے سے بالکل الگ تھلگ رہنے والے سادھو سنت بہت زیرہ پڑھی ہوئی شخصیت کے مالک ہوتے ہیں یا یوں کہ جنگل یا گپھا میں رہ کر یا آلہ تناسل کو کاٹکر یا کانٹوں پر سو کر ہی زندگی بسر کرنے سے انسان کامل بن سکتا ہے مگر تمہارا یہ خیال ادھورے تجربہ اور استدلال عقلی پر مبنی نہیں ہے اگر تم ان کے دل میں دبی اور چھپی ہوئی اُمنگوں اور ترنگوں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھ سکو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ انکے ولولے اُبھرنے اور عملی صورت اختیار کرنے کے لئے کس قدر بیتاب ہوتے ہیں جیسے بارود خانہ میں ایک چنگاری پڑنے کی دیر ہوتی ہے کہ وہ فوراً جل اُٹھتا ہے بعینہ ان کا جذباتی میگزین موقع کا منتظر ہوتا ہے۔ یونہی کوئی چنگاری پڑی کہ وہ فوراً جل اُٹھتا ہے۔

متلاشی حق۔ کیا تمام و کمال دُکھوں سے بچنے کے لئے گرہست کا تیاگ ضروری ہے۔ اے ستگورو! اس میں آپکی کیا رائے ہے؟

میرے لئے روشنی کا جگمگاتا ہوا مینار بن کر صحیح راستہ دکھائیں۔

ستیہ پریش ...... اے بیٹا! میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا کسی پھول کے پودے کو اپنے اندر سے خوشنما اور دلکش پھول ظاہر کرنے کیلئے کسی قسم کے تیاگ کی ضرورت لاحق ہوا کرتی ہے؟

نہیں! نہیں!! پودا اپنی فطرت کے اٹل قانون کے زیر اثر پھول کو اپنے اندر پیدا کرنے کیلئے مجبور ہے پھول کے ذریعہ اپنی بھینی بھینی خوشبو کو پھیلانا اس کی فطرت میں داخل ہے۔ ایسے ہی حقیقت برترین اور پورن شانتی کے راجیہ میں داخل ہونے کے لئے ...منسار سے الگ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں انسان اپنی فطرت کے اٹل قانون کے زیر اثر اپنے ماخذ کی جانب رجوع کرنے کے لئے مجبور ہے۔

عام لوگ محض بیرونی چیزوں اور خاص خاص عملوں کو چھوڑ دینے کو ہی بہترین حالت گردانتے ہیں اصلیت کی نگاہ سے جو شخص اس خیال کے زیر اثر اپنے آپکو دُنیا سے الگ کر لیتا ہے وہ اپنے آپ کو گمراہ کرتا اور بھلاتا ہے انسان نے غلطی اور بھول بھرم سے سچائی پر بے معنی ضدیں اور شرطیں لگا رکھی ہیں دُنیا کے تیاگ کے ذریعے عارضی سُکھ ڈھونڈنے کی بجائے اصلیت کی تلاش کرنی چاہیئے عارضی سُکھ کی تلاش بندھن کا باعث ہے اس کے برخلاف اصلیت کی تلاش زندگی کی مکتی ہے۔

اگر تم اصلیت کو پانا چاہتے ہو تو ان نکمّے توہمات کا بندھن توڑ ڈالو ان کا سچائی کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں اگر سچ سچ پوچھو تو جملہ دکھوں کا خواب اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ تمہارے اپنے ہی اندر ستیہ وستو اور جہالت دونوں موجود ہیں مگر تم ستیہ وستو (حقیقت) سے بے خبر ہو اور محض جہالت یعنی مختلف عقیدوں اور مسائل سے اندھے ہو رہے ہو اور وہی ستیہ درشن پر پردہ ہو رہے ہیں۔ س

اپنا ہی کچھ تصرف اوہام ہے کہ ہم　　چہرہ پر حق کے پاتے ہیں پردہ نقاب کا
آنکھیں جو موند لیں تو دوپہر میں رات ہے　　اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا
اپنا حجاب آپ ہیں تو اے میاں نیاز　　اُٹھنے سے تیرے ہوتا ہے اُٹھنا حجاب کا

جو لوگ اپنی زندگی کا کوئی مقررہ مقصد نہیں رکھتے اور نہ ہی زندگی کے حقیقی معنی سمجھتے ہیں وہی دنیا سے تیاگ کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ وہ اصل میں راہ زندگی میں بھٹک رہے ہیں۔ زندگی کا اصل مقصد حقیقت کو دریافت کرکے اس تک پہنچنا ہے اور جملہ چیزوں سے زندگی کو مکمل طور پر آزاد کرنا ہے مکمل آزادی اُسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب تم زندگی کے کل تجربات سے گزر کر ان سے اوپر یا پرے ہو جاتے ہو بجز اس کے زندگی کو سپھل کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں بقول مہاتما ایمرسن وہی شخص کمال آزادی کے ذریعے حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے جو واقعات اور تجربات کو ہی اسباق زندگی کے معلم خیال کرتا ہے۔ - باقی پھر

سرشٹی کی بجھارت (چیستانِ عالم)

قسط دوئم

بقلم پروفیسر نرنجن چندر جی

وجدان (سہج گیان) سے اہلِ بصر (رشیوں) نے دیکھ لیا تھا کہ برہم اور جگت۔ پرش اور پرکرتی۔ چیتن اور جڑ۔ آتما اور اناتما جُداگانہ ہستیاں نہیں۔ بلکہ ایک ہی لاغیر بے حد حقیقت کے اپنے پہلو ہیں۔ برہم آپ ہی جگت کا روپ دھارن کئے ہوئے ہے۔ سبھی گُن ایک نرگن کے ہی تو ہیں۔

جگت کے ظہور کے بارے میں اُپنشد اعلان کرتے ہیں۔

यथोर्नाभि सृजते गृह्णते च यथा पृथिव्या मोषधय: सम्भवन्ति ।
यथा सत: पुरुषात्केश लोमानि तथा क्षरत्सम्भवती हि विश्वम ॥ मु: उप: १.१

ترجمہ:- جس پرکار مکڑی جالے کو بناتی اور نگل جاتی ہے۔ جس پرکار پرتھوی میں نانا پرکار کی اوشدھیاں اُتپن ہوتی ہیں۔ اور جس پرکار جیتے منشیہ سے کیش اور روئیں پیدا ہوتے ہیں۔ اسی پرکار اکشر (اوناشی) پربرہم سے اس سرشٹی میں سب کچھ اُتپن ہوتا ہے۔“

اپنشدوں کا یہ اعلان حقیقت سورج اور چاند سے بھی بڑھ کر روشن ہے۔ اس میں دھندلاپن اور شک کو دخل ہی نہیں۔ کہ یہ سرشٹی پربرہم سے خود بخود ہی نمودار ہوتی ہے سوبھاوک طور پر ادھشٹان میں ادھیاس کے طور پر ہرگز نہیں۔ جگت برہم کا پرکاشک ہے اسے چھپاتا نہیں۔ اور اس لئے یہ سالکشات برہم درشن ہے۔ برہم میں جگت نہیں بھاسنا۔ بلکہ برہم آپ ہی اپنے سوبھاؤ سے پرکاشمان ہو رہا ہے۔ سروپ گنوں، دوندوں۔ اوستھاؤں اور کریاؤں میں۔ جگت برہم میں رسّی میں سانپ کی مانند مفروض نہیں بلکہ اس میں برہم ہی پرکٹ ہو رہا ہے جیسے سورج ان کی کرنوں اور رنگوں میں۔ برہم کے اس پرکاش کا نام ہی مایا ہے۔ یہ برہم وبھوتی ہے۔ حقیقت کی اپنی تجلی ہے۔ کیول ایک دیکھنا یا تصور کرنا برہم درشن نہیں بلکہ انیک میں ایک اور لاتغیر سے متغیر کو اس کے اندر سے نمودار ہوتے دیکھنا دیدارِ حقیقت ہے۔ حقیقت مقرون اور مطلق ہے تجرید محض نہیں۔

جب انسان اس سرِ اعظم کو پا لیتا ہے۔ تب نے ہونے کا خواہشمند ہونے کی بجائے وہ اپنی زندگی میں انسانی مرتبہ پر برہم (ستیہ۔ شو۔ سندر) یعنی سچائی۔ نیکی اور خوبصورتی کے پرکاش کا آلہ بن جاتا ہے۔ وہ جیون سے مکتی (خلاصی) ڈھونڈنے کی بجائے اپنے پنچ کوش وجود کی راہ سے گیان۔ پریم۔ آنند۔ بھلائی۔ سوندریہ کا اور یہی اور برہم پرکاش کرتا ہے۔ اُسے برہم میں لین ہونے کا کبھی خیال ہی نہیں آتا۔ اور اپنی زندگی سے اسی مادی اور حیوانی دُنیا میں روحانی بہار لاتا ہوا اسی پرتھوی پر سورگ نرمان کرتا ہے۔ اس کا پرم نرمام اب اور یہیں ہوتا ہے۔ اسے گزشتہ یا آئندہ یونی چکر کا وہم ہوتا ہی نہیں۔ کیونکہ یہ سب من کی کلپنائیں ہیں۔ اصل "حقیقت ایک ست۔ چیت۔ آنند سروپ ہے اور درشیہ جگت اُسی کا اپنا سوبھاوک پرکاش ہے۔ برہم سے الگ جگت اور جگت سے الگ برہم کوئی وجود نہیں رکھتے یہ بجلی کے متضاد قطبوں کی مانند ہم وجود ہیں۔

یہی برہم واد اور پورن ویدانت ہے۔ اس کے خلاف مایا واد زندگی اور ذمہ داری سے فرار کی تعلیم دیتا ہوا دلچسپی کی بجائے زندگی سے بیزار کرتا ہے۔

اس زمین پر ایک انسان ہی تو ایسا وجود ہے جو حقیقت (آتما) کو ہو بہو پہچان سکتا ہے اور پھر صرف مخلوق نہ رہ کر اپنی خالقیت کو سنبھالتا ہوا اسی دکھ کلیش سے بھری دنیا کو پرم سورگ میں بدلنے کے لائق ہوتا ہے یہی جیون مکتی ہے۔ پورن ویدانت کا سندیش ہے۔ کہ وہ (حقیقت) پورن ہے اور یہ (جگت) بھی پورن ہے۔ پورن سے پورن ہی کی پیدائش ہو رہی ہے۔ یہی راہ زندگی ہے۔ باقی سب جاہلانہ ذلگی یا گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ برہم ستیہ ہے اور جگت ستیہ کا پرکاش ہے +

گیان جیوتی کی کرنیں!

— جب تم کہتے ہو کہ مجھے آتما کا انوبھو نہیں ہو رہا۔ تب بھی تمہیں آتم انوبھو ہو رہا ہے۔ مگر تم اسے سمجھتے نہیں ہو۔ وہ کون ہے جو کہہ رہا ہے کہ مجھے آتم انوبھو نہیں ہوا۔ وہ تم آپ ہی تو ہو! دلی میں بستے ہوئے پوچھتے پھرتے ہو کہ دلی کا راستہ کونسا ہے! آتما کو انوبھو کرنے کی کوشش چھوڑ دو۔ کوشش ایک بڑی رکاوٹ ہے جو آتم انوبھوتی ہونے نہیں دیتی۔ کوشش کرنے والا تو کوشش سے پہلے ہی موجود ہے۔ مگر تمہارا زور کوشش پر لگ رہا ہے۔ ہو بہو پہچان پر نہیں۔

— آتم گیان ہر پرکار کے گیان سے پہلے موجود ہے۔ جگت کو دیکھ کر تمہیں اس کے رچنے والے ایشور کا خیال آتا ہے۔ اپنا آپ تو سرب جیوتی کی جیوتی ہے۔ سب کو پراپت اور سب سے پہلے پرگٹ ہے۔

— من کو دبانا چھوڑ دو۔ اسے ٹھہرانے کا صحیح طریقہ وچار مارگ ہے۔ دوسرے سادھنوں میں خودی بنی رہتی ہے۔ اہنکار مٹانے سے کبھی نہیں مٹتا۔ لیکن جب اہنکار کو دبانا چھوڑ کر اس کے مول کو ڈھونڈا جائے کہ یہ کہاں سے اٹھتا ہے۔ تب یہ اپنے آپ ہی دور ہو جاتا ہے۔ سادھنوں سے بیوہار کی سدھی ہوتی ہے۔ آتما سوتہ سدھ ہے۔ آتما سادھنوں سے سدھ ہونے کی بجائے سبھی سادھن آتما سے سدھ ہوتے ہیں۔

— صرف است کو ست ماننے کا بھرم دور کرنا ہے۔ ست تو پہلے ہی بذات خود موجود ہے۔

— باہر کو جاؤ تو چیزیں اور خیالات ہیں۔ اندر کو جھانکو۔ تو کیول آتما ہی ودیمان ہے۔

— وچار مارگ کو چھوڑ کر دوسرے مارگوں میں دھیان اور دھیہ درکار ہوتے ہیں لیکن وچار مارگ میں دونوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دھیان دھیہ کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر وچار مارگ میں اپنے آپ میں وشرام ہی درکار ہوتا ہے۔ اور کوئی سادھن نہیں۔ دوسرے مارگوں میں من کو بحال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہاں من کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

— "میں" کا شبد آتما کی طرف اشارہ دیتا ہے۔ خود وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ انگلی کے اشارے کو سمجھنے سے چاند کا درشن ہوتا ہے۔ صرف انگلی کو دیکھنے سے نہیں۔

گذشتہ سے پیوستہ شریمد بھگوت گیتا

دُوسرا ادھیائے

مترجم
شری جوند لال شاد
منشی فاضل - ادیب فاضل

26
ہے اگر تیرا بھی ایسا ہی خیال
یہ بھی ہے حادِث[1] نہیں ہے لافنا
جیتی اور مرتی ہے یہ بھی بار بار
ہے اگر ایسا۔ تو تُو ہے کیوں حزیں[2]
جبکہ سب پر موت کا آزار[3] ہے
دل سے کر کے دُور خوفِ جان تُو
اے قوی[4] بازو! یہ ہے کارِ ثواب[5]

کہ ہے روح پر بھی تغیّر[6] کا وبال!
یہ بھی ہے فانی نہیں ہے پا لبقا
اس سے بھی وابستہ[7] ہیں یہ سب فشار
ہو رہا ہے کس لئے یوں سہمگیں[8]
پھر تیرا یہ رنج و غم بیکار ہے
جنگ لڑ اور جیت لے میدان تُو
ہو نہ مطلق تو شکارِ[9] اضطراب

27
بنتا ہے صیدِ اجل[1] ہر ذی حیات[2]
جاتا ہے جو موت کے آغوش[3] میں
پیدا ہونے والا مرتا ہے ضرور
زندگی اور موت کا یہ رابطہ[4]
ہے اَزل سے کارفرمائے جہاں[5]
لاتغیر[6] ہے یہ قدرت کا اصول
ہو نہ صیدِ[7] جہل۔ بن روشن بصر[8]

مثلِ نقشِ حجر[9] ہے ارجن! یہ بات
آتا ہے پھر زندگی کے ہوش میں
مرنے والا پیدا ہوتا ہے ضرور
بننے اور مٹ جانے کا یہ ضابطہ[10]
اس کا سکّہ[11] ہر جگہ ہی ہے رواں
اس کے غم میں گھُلتے رہنا ہے فضول
یہ محن[12]۔ یہ یاس[13] دل سے دُور کر

28
ہو شروع میں غیر مرئی[1] ہر وجود
وسط میں ہو جاتے ہیں سب آشکار[3]
جس طرح یہ مخفی تھے آغاز میں
در بطونِ انتہا جائیں سما
آتا ہے ملکِ عدم سے ہر بشر
ارجن! بن کر بیت ہمت بار بار
ہو ولادت پر خوشی کا کیوں وفور[9]؟
یہ صداقت جب تجھے معلوم ہے

رہتا ہے آنکھوں سے مخفی[2] ہر وجود
لاتعدد رنگ[3] و صُور[4] میں جلوہ بار[5]
جیسے نغمہ مستتر[6] ہو ساز میں
چشمِ ظاہر سے نہاں ہوں برملا
اور عدم ہی کو چلا جاتا ہے پھر
ہو رہا ہے یاس سے کیوں دل فگار[8]
موت پر نوحہ ماتم کیوں ضرور!
پھر تو کیوں مایوس اور مغموم ہے

شلوک نمبر ۲۵
۱- ماہیت - ۲- جس میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو سکے - ۳- جس میں کوئی ہیر پھیر نہ ہو سکے - ۴- جو خیال میں نہ سما سکے - ۵- بہت دور - ۶- عقل کی رسائی - ۷- پریشان - بدحواس

شلوک نمبر ۲۶
۱- جس کا آغاز ہیں اور انجام ہیں - مراد فنا ہو جانے والی چیز - ۲- بے ہوتے - ۳- تکلیف - ۴- غمزدہ - رنجیدہ - ۵- خوفزدہ - ۶- تکلیف - ۷- لمبے اور مضبوط بازو والا مراد ارجن - ۸- پریشانی کا شکار -

شلوک نمبر ۲۷
۱- موت کا شکار - ۲- جاندار - ۳- پتھر کی لاتن - نہایت نمایاں اور پکی - ۴- گود - ۵- تعلق - ۶- قانون - دستور - ۷- دنیا پر عمل کرنے والا - ۸- جاری - ۹- تبدیل نہ ہونے والا - ۱۰- جہالت کا شکار -

29

اے پرنتپ! علم روح ہے بس محال
معرفت اس کی بڑی دشوار ہے
بعض کہتے ہیں اسے حیرت فزا
بعض سمجھانے پہ بھی نادان ہیں
یہ حواس ظاہری سے دور ہے
رکھتے ہیں جو علم و دانش میں کمال
لاتعد بیدار دل ۔ روشن نظر

اس کے عالم میں جہاں میں خال خال
قوت ادراک یاں بے کار ہے
بعض کو ہے اس کی ہستی سے اِبا
مختلف العقل سب انسان ہیں
عقل بھی اس کام میں معذور ہے
وہ بھی ہیں اس راہ میں آشفتہ حال
اس کے فہم کنہ میں ہیں بے بصر

30

دنیا میں جتنی کہ مخلوقات ہے
خود تو یہ ہر اثر سے آزاد ہے
سب کو حاصل ہے اسی سے زندگی
سب کے اندر زرفشاں اس کا نور ہے
ہر کدورت کی بلا سے رستگار
جب یہ ہے معصوم ہر آزار سے
ہے عبث پھر یہ تیرا خوف و ہراس
گر کوئی ہوتا ہے کشتۂ اجل
دل سے کر کے دور خدشہ موت کا

اس پہ عامل روح کی کرامات ہے
جسم ہے جو شاد یا ناشاد ہے
طاقت و حرکت نمو ۔ پائندگی
سب کا دل اس نور سے معمور ہے
ہر تغیر کی وبا سے برکنار
بے خطر ہے ہر محن کے خار سے
ہے بلا حاصل یہ سب حرماں و یاس
اس کے غم میں یوں نہ ہرگز مضمحل
بڑھ دلیری سے بسوئے رزمگاہ

31

اے پرنتپ دھرم کی پہچان کر
تو بہادر۔ تیرا تفنگ بے مثال
خاندان پانڈو کا شیر ژیاں
بھول کر یہ اپنے سارے ہی کمال
کس لئے اس کام سے بیزار ہے؟
جنگ لڑنے سے ہے پریشان کیوں؟
کھشتری کا ہے یہ فرض اولین تر
جنگجو کھشتری بڑا انسان ہے
ہو نہ غافل حفظ نام و ننگ سے
دل سے کر کے دور خوف جان تو

جنگ لڑنے میں نہ این و آن کر
تو دلاور صفدری میں باکمال
سرفراز جنگجویان جہاں
حیرت ہے ہوجائے یوں آشفتہ حال
کیوں مقدس فرض سے انکار ہے؟
موت سے خائف ہے تیری جان کیوں؟
اس کی عظمت ہے اسی پر منحصر
اس کا تو لڑنے ہی میں کلیان ہے
کر نہ اب انکار ہرگز جنگ سے
بڑھ جسارت سے سوئے میدان تو

۱۱- عقلمند ۔ روشن ضمیر
۱۲- دکھ ۔ ۱۳- ناامیدی

شلوک نمبر ۲۸

۱- نظر نہ آنے والا ۔
۲- پوشیدہ ۔ ۳- ظاہر
۴- صورتوں ۔
۵- روشنی بخش
۶- پوشیدہ ۔ ۷- پوشیدگیاں
۸- زخمی دل والا دکھی ۔
۹- زیادتی ۔

شلوک نمبر ۲۹

۱- بہت ہی مشکل
۲- کوئی ۔ کوئی ۔
۳- پہچان ۔ گیان ۔
۴- ایک عقلی قوت جسکے ذریعے انسان کو ہر چیز کا گیان حاصل ہوتا ہے ۔
۵- حیرانی بڑھانے والی
۶- انکار ۔ ۷- حواس خمسہ سنتے ۔ سونگھنے چھونے ۔ سننے ۔ دیکھنے والی ۔ اندریاں ۔
۸- پریشان ۔ ۹- کسی شے کی حقیقت کو سمجھنا ۔

شلوک نمبر ۳۰

۱- عمل کرنے والی ۔ کارفرما
۲- بڑھنے کی طاقت
۳- تمام ہستی کو قائم رکھنے کی طاقت ۔ ۴- چمکنے والی ۔
۵- محفوظ ۔ ۶- دکھ ۔ رنج ۔
۷- پریشان ۔ ۸- میدان جنگ ۔ **شلوک نمبر ۳۱** - ۱- ٹال مٹول ۔ ۲- تیرانداز ۔ ۳- دشمن کی لائنوں کو توڑ دیا ۔
۴- غضبناک شیر ۔ مراد بہت بہادر ۔ ۵- سربلند بہت مشہور ۔ ۶- ڈرنے والا ۔ ۷- سب سے زیادہ ضروری ۔ ۸- بہتری بہبودی ۔

(باقی آئندہ)

"پرارتھنا"

شری منوہر لال جی

مانگوں میں تجھ سے جو کچھ مجھکو وہ ایشور دے
سائل ہوں تیرے در کا جھولی مری تو بھر دے

دل دے وہ دل کہ جس میں دردِ جہاں سمائے
انسان کیلئے جو کھِنچ جائے وہ جگر دے

زر کی چمک سے آنکھیں چندھیا سکیں نہ میری
اور حسنِ عارضی پر ٹھہرے نہ وہ نظر دے

ست کی چٹان پر میں ڈٹ جاؤں مرد بنکر
دنیا ادھر کی جاہے کوئی ادھر کو کر دے

نیکی کی رہ دکھائے۔ بدیوں کو جو بھلائے
ایسا ہی رہنما دے ایسا ہی راہبر دے

نخوت غرور میرے نزدیک بھی نہ پھٹکے
در تیرے کے سوا جو جھکنے نہ پائے سر دے

جیسا ہے نام میرا ایسا ہوں منوہر!
اُپدیش میں تو میرے کچھ ایسا ہی اثر دے!!

نوجوانوں میں اخلاقی گراوٹ پھیلانے والے ریڈیو اور سینما
دونوں میں مفید تبدیلی اور اصلاح کی ضرورت

ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ ریڈیو اور سینما عوام کو حقیقی اور سچی تعلیم دینے کے مقصد سے قائم کئے گئے۔ تعلیم کے ساتھ تفریح طبع کا مسالہ بھی بہم پہنچانا ان دونوں کے پروگرام میں خاص طور سے شامل تھا لیکن ہمیں یہ دیکھ کر انتہائی قلق ہوتا ہے کہ آجکل ریڈیو اور سینما اپنی موجودہ شکل میں نفسانی جذبات کی اشاعت کا ذریعہ بن چکے ہیں اور ہمارے دیش کے نوجوان لڑکے لڑکیوں کو عیاشی اور بدمعاشی سکھانے کا مکتب بن رہے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ جو کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس کا براہ راست اثر ہمارے دلوں پر پڑتا ہے کانوں سے سنی ہوئی بات کا اتنا گہرا اثر ہمارا دل قبول نہیں کرتا جتنا آنکھوں دیکھی تصویر سے متاثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے دیش میں جو آجکل عشقیہ اور گھٹیا قسم کی فلمیں بن رہی ہیں ان سے نوجوان لڑکے و لڑکیاں گمراہ ہو کر بدی اور بدچلنی کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ بچپن میں ہم جو کچھ دیکھتے یا سنتے ہیں اس کا خاصا اثر ہمارے ذہن میں کافی عرصہ تک موجود رہتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس سال کے معصوم بچے جب آجکل کی گندی، واہیات اور مخش فلمیں دیکھتے ہیں اور گھر آکر ان فلموں کے عشقیہ گیت گاتے ہیں تو جوان ہو کر وہ بیسویں صدی کے لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد اور نہ جانے کیا کیا بننے کے خواب دیکھتے ہیں ہمیں ان کور چشم اور فیشن پرست والدین کی حالت پر رونا آتا ہے جو اپنے بچوں کی زبانی عشقیہ گیت سنکر خوش ہوتے ہیں اور اکثر حالتوں میں انہیں انعام دیکر ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

یہی حال ریڈیو کا ہے وہاں پر فرمائشی گانوں کے پروگرام سے جو گیت نشر کئے جاتے ہیں وہ عام طور پر گندی فلموں کے اخلاق سوز افسانے ہوتے ہیں اور انہیں ہر روز ہمارے گھروں میں بسنے والے معصوم بچوں کے کانوں میں ڈالا جاتا ہے اگر خداوندان ریڈیو اپنی صفائی میں یہ کہیں کہ صاحب اس میں ہمارا کیا قصور؟ لوگوں نے فرمائش بھیجی اور ہم نے اُسے پورا کیا۔ یہ فرمائش کرنے والوں کی بدمذاقی ہے کہ وہ عشق و محبت کے گانے سننا پسند کرتے ہیں۔ لیکن ہم ان کے اس عذر کو تسلیم نہیں کرتے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسے گانوں کی فرمائش کرنے والے اکثر وہ نوجوان لڑکے لڑکیاں ہیں جن کے دماغوں پر فلم آرٹسٹ بننے کی دھن سوار رہتی ہے اور جو اس لائن میں شامل ہونے کیلئے اپنے خاندان کے ننگ و ناموس کو بھی طاق میں رکھ دیتے ہیں۔ اسلئے ریڈیو کے اعلیٰ منتظمان کا یہ قومی فرض ہے کہ وہ ایسے پروگرام کو نشر کرنے کی ہرگز اجازت نہ دیں۔ جن سے نوجوانوں کے اخلاق پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو۔

فلم پروڈیوسروں کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنی جیبیں بھرنے کی کوشش میں مخش مکالمے گندے گیت، عریاں ناچ اور اخلاق سوز مناظر پیش کر کے قوم و ملک کو ذلت اور بداخلاقی کے گہرے گڑھے میں نہ دھکیلیں۔ انگریزی حکومت تو یہ چاہتی تھی اور اُس نے ایسا کیا لیکن ہماری اپنی حکومت کو تو اس سلسلہ میں فوری توجہ دینی چاہیئے اور جان بوجھکر آنکھوں پر پٹی باندھکر خاموش نہ رہنا چاہیئے۔

ہمارا یہ وشواش ہے کہ اگر ریڈیو اور سینما سے مناسب ڈھنگ پر کام لیا جائے تو صرف یہاں کے عوام میں سچی حب الوطنی اور فرض شناسی کے جذبات کو بیدار رکھا جا سکتا ہے، بلکہ ملک کی نئی تعمیر میں دیش واسیوں کو حصہ لینے پر اُبھارا جا سکتا ہے۔ اور نوجوانوں میں فیشن پرستی، عیاشی خود غرضی اور بے حیائی کے خیالات کو پھیلنے سے روکا جا سکتا ہے۔ اے کاش ہماری قومی سرکار اپنی آنکھیں کھولے اور دیش واسیوں میں بڑھتی ہوئی بے چینی، بداخلاقی اور پست ہمتی کو دور کرنے کیلئے ریڈیو اور سینما کو موثر ڈھنگ پر استعمال کرے۔"

(نیابت خوشحال ایڈیٹر دیش سیوک، دہرہ دون)

رامائن سے سبق

جو آپن چاہے کلیانا۔ سجس سُمتی سُبھ گتی سُکھ نانا ٭ سو پَر ناری لِلار گوسائیں۔ تجو چوتھ کے چند کی نائیں

جو منش اپنا کلیان (بھلا) سُندر یش، سو بُدھی، شبھ گتی اور نانا پرکار کے سُکھ چاہتا ہو۔ وہ ہے سوامی! پر استری کے للاٹ (چہرہ) کو چوتھ کے چندرما کی طرح تیاگ دے۔ ادھات جیسے لوگ چوتھ کے چندرما کو نہیں دیکھتے۔ اُسی پرکار پر استری کا مُکھ ہی نہ دیکھے!

کام کرودھ مد لوبھ سب ناتھ نرک کے پنتھ ٭ سب پری ہری رگھو بیر ہی بھجو بھجہ ہیں جہی سنت۔

ہے ناتھ! کام کرودھ، مد اور لوبھ۔ یہ سب نرک کے راستے ہیں۔ ان سب کو چھوڑ کر شری رام چندر جی کو بھجئے۔ جنہیں سنت یعنی سَت پُرش بھجتے ہیں۔

سُمتی کُمتی سب کے اُر رہ ایں۔ ناتھ پُران نگم اَس کہہ ایں

جہاں سُمتی تہہ سمپتی نانا۔ جہہ کُمتی تہہ بپتی ندا نا

ہے ناتھ! پُران اور وید ایسا کہتے ہیں۔ کہ سُو بُدھی (اچھی عقل) اور کو بُدھی (کھوٹی عقل) سب کے ہردہ میں رہتی ہیں۔ جہاں سُو بُدھی ہے وہاں نانا پرکار کی سمپدائیں (سُکھ کی سمپتی) رہتی ہیں۔ اور جہاں کُو بُدھی ہے۔ وہاں پرینام میں وپتی (دُکھ) رہتی ہے۔

وہی آدمی ہے

از قلم شری گوپال داس مسرور

وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

کسی کو دُکھی دیکھ آنسو بہائے ٭ جو غیروں کو بھی اپنا ساتھی بنائے

مصیبت کے لمحات میں مُسکرائے ٭ جو صابر و شاکر ہو راضی رضائے

وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

نہ دشمن کا ڈر ہو نہ غم آشنا کا ٭ خزاں کا نہ کچھ خوف باد فنا کا

صلہ دے جو ہر دم وفا سے جفا کا ٭ جسے آسرا ہو فقط اِک خدا کا

وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

محبت کرے جو ہر اِک آدمی سے ٭ کبھی پیش آئے نہ وہ بے رُخی سے

غرض دوستی سے نہ کچھ دشمنی سے ٭ نہ وابستگی ہو خوشی سے غمی سے

وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

کہیں رنج دیکھے تو رنجور ہو وہ ٭ خوشی میں ہو کوئی تو مسرور ہو وہ

شراب محبت سے مخمور ہو وہ ٭ محبت پرستی میں ہی چُور ہو وہ

وہی آدمی ہے، وہی آدمی ہے

مہاتما گاندھی کے وچار

ہندو دھرم کی مقدس کتابوں میں لکھا ہے کہ جو دوسروں کو کھلائے بغیر کھاتا ہے یا یگیہ کئے بغیر کھاتا ہے۔ وہ چور ہے۔ اگر پرماتما ہمیں طاقت اور دولت دیتا ہے تو وہ اس لئے دیتا ہے کہ ہم اُسے بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی کے لئے خرچ کریں اور اُسے ذاتی اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے برباد نہ کریں۔

اگر پرماتما نہیں ہے تو ہم بھی نہیں ہو سکتے اس لئے ہم سب اُسے ایک آواز سے اور مختلف اور بے شمار ناموں سے پکارتے ہیں۔ وہ ایک ہے۔ وہ لاتعداد ہے۔ ذرّہ سے بھی چھوٹا اور ہمالیہ سے بھی بڑا ہے۔ سمندر کی ایک بوند میں بھی سما سکتا ہے اور دُنیا بھر کے سمندروں سے بھی وہ بہت بڑا ہے۔ اُسے جاننے کیلئے عقل کام نہیں دے سکتی۔ وہ تو عقل سے پرے ہے۔ ایشور کی ہستی ماننے کے لئے اعتقاد کی ضرورت ہے میرا اعتقاد عقل سے بھی زیادہ آگے دوڑتا ہے۔ اور میں ساری دُنیا کی مخالفت کے باوجود بھی یہی کہونگا کہ ایشور ہے۔ اور ضرور ہے۔

ایشور اُجالا ہے۔ اندھیرا نہیں ہے۔ وہ محبّت ہے نفرت نہیں۔ وہ سچ ہے جھوٹ نہیں۔ وہی ایک اور سب سے بڑی طاقت ہے۔ ہم اُسکے بندے اور اس کی خاک پا ہیں۔

سچی ترقی کیلئے مضبوط ارادہ۔ انکساری۔ اپنی قربانی کا جذبہ اور مطلوبہ ضبط (یعنی تپ برت اور اندریے سینم) کی بے حد ضرورت ہے۔ یہ سب کچھ دُعا (پرارتھنا) اور رضا کارانہ فاقہ کشی (نیتم پُوروک برت) سے حاصل ہوتا ہے۔

مُورتی پُوجا

میں مُورتی پُوجا میں یقین رکھتا ہوں۔ مورتی پوجا انسانی خصلت کا ایک خاصہ ہے۔ مورتی پوجا امدادی ذریعہ ہو۔ کوئی ہندو مورتی کو پرماتما خیال نہیں کرتا۔ میں مورتی پوجا کو گناہ خیال نہیں کرتا۔ مسلمان اور عیسائی دوسری کسی جگہ کی نسبت گرجا گھر اور مسجد سے کیوں زیادہ اُنس رکھتے ہیں؟

انسان سے کوئی چیز ممکن نہیں۔ پرماتما سے ہر ایک چیز ممکن ہے۔ پرماتما کے سامنے ہماری ہستی ایک تنکے کے مانند ہے۔ وہ ہمیں جدھر چاہے اڑا دے۔ ہم اس کی مرضی کے خلاف نہیں جا سکتے۔ اُس نے ہم سب کو ایک ہو کر رہنے کیلئے بنایا ہے نہ کہ الگ الگ رہ کر زندگی گذارنے کے لئے۔

پرماتما اپنے بھگتوں کی آزمائش کیا کرتے ہیں۔ وہی اُنہیں اس قدر طاقت دیتا ہے کہ وہ آزمائش میں کامیاب ہو سکیں۔ پرماتما جن لوگوں پر اپنی برکت نازل کرنا چاہتا ہے اُنہیں بعض اوقات کڑی آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔

پرارتھنا

میں پرارتھنا پر زیادہ زور اس لئے دیتا ہوں۔ کیونکہ میں ایک اعلیٰ ہستی کا یقین رکھتا ہوں۔ پیدائش صرف ایک اتفاقیہ چیز نہیں ہے۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ زندگی اور موت ایشور کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم دن بھر ایشور کا خیال کرتے تو نہایت اچھا ہوتا۔ چونکہ ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں ہر روز کچھ منٹ اس کی یاد ضرور کرنی چاہیئے۔ اگر ہم اپنے پیدا کرنے والے کی لامحدود مہربانیوں کے لئے اُسکا شکریہ ادا نہیں کرتے تو زندگی بے معنی ہو جاتی ہے۔

محبت کا سبق

از منشی مجتبیٰ ناظمی لکھنوی صفیؔ

کیوں بھول گئی یاد وہ آزادی کے دن کی
اُس مغربی پنجاب کے بربادی کے دن کی

جب چھوڑ کے گھر بے سروسامان ہوئے تھے
جاں رکھتے ہوئے جسم میں بے جان ہوئے تھے

مُسلم کا تقاضہ تھا کہ ہو ہند کی تقسیم
ملتے نہ اُسے ہند میں تھے کوثر و تسنیم

بے گھر ہوئے بے آبرو، ناموس کو کھویا
تھا دیکھ کے حالات وہ خود ظلم بھی رویا

مُسلم کے لئے ہند کا بٹوارہ ہوا تھا
اس کے ہی لئے کھیل صفی سارا ہوا تھا

تھی باپو کی ہڈیوں پہ پڑی پاک کی بُنیاد
رو رو کے وہی ہڈیاں ہیں پھر کرتی یہ فریاد

نفرت کے ہی ہیں بیج جواب بونے لگے ہو
جو چیز ہے حاصل اُسے کیوں کھونے لگے ہو

آپس میں ملو اور محبت کو بڑھاؤ
پھر مل کے یہ آزادی کا دن خوب مناؤ

مذہب کی نہ تفریق کے پھر راگ وہ گاؤ
ہو بھارتی سب دلمیں یہی بات بٹھاؤ

صفیؔ

ہری اوم تت ست۔ جو سیوا آپ پچھلے تیس برسوں سے دیش کی اور جاتی کی بذریعہ رسالہ "اوم" کر رہے ہیں اور جو مضامین "انکوں" کے ذریعہ نکل رہے ہیں۔ وہ یقیناً سنہرے حروف میں لکھی جاویگی۔ یہی سب سے پُن وان ہے بھولے ہوئے لوگوں کو صحیح مارگ دکھلانا بہت بڑا اُپکار ہے۔ مجھ جیسے ہزاروں تُچھ۔ بدھی لوگ اس روشنی سے لابھ اُٹھا رہے ہیں جو آپنے بذریعہ اوم دی ہے۔ پرانا سیوک ہونے کے ناطہ کچھ بھاونائیں جو میرے من میں تھیں بذریعہ لیکھ۔ بعنوان "چور کون" بھیج رہا ہوں۔ اگر آپکے معیار پر پوری اُترے تو رسالہ ہذا میں چھاپنے کی کرپا کریں:۔

چور کون

از قلم
شری لالہ کھیم چند جی چوپڑہ
اسسٹنٹ [illegible]

شریمد بھگوت گیتا کے تیسرے ادھیائے۔ کرم یوگ کے بارھویں شلوک میں بھگوان شری کرشن نے بالکل صاف شبدوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ یگیہ کے ذریعے بڑھائے دیوتا۔ تمہارے لئے اِشٹ بھوگوں کو دیں گے۔ اور اُن کے ذریعے دیئے بھوگوں کو جو آدمی اُن کو دیئے بنا ہی بھوگتا ہے۔ وہ نشچے ہی چور ہے۔ مطلب یہ کہ کرتویہ رُوپی یگیہ سے پُشٹ ہوئے دیوتا۔ تم کو من چاہے بھوگ دیں گے۔ مگر ان دیوتاؤں کا دیا ہوا بھوگ پھر انہیں دیئے بنا۔ جو آدمی سب بھوگیہ پدارتھ آپ ہی بھوگتا ہے۔ وہ یقیناً چور ہے بسنسار کے سارے پدارتھ جو بھوگیہ ہیں سب کی اکٹھی محنت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ سب کے خواہ وہ نر۔ ناری ہوں۔ یا کیٹ پتنگ۔ پران ادھار ہیں۔ اور جو آدمی ان پدارتھوں سے صرف اپنی ہی ضروریات۔ کی تکمیل کر کے۔ دُوسروں کو ان سے محروم رکھتا ہے۔ وہ ان دیئوی شکتیوں کا چور ہے۔ چور اس لئے ہے۔ کہ دیئوی شکتیوں نے وہ بھوگ اُسے اس لئے دیئے ہیں۔ کہ وہ دوسروں کا حق اور دیوتاؤں کا حصہ نکال کر جو بچے۔ وہ اپنے استعمال میں لاوے۔ مگر وہ خود غرض سارے سُکھ بھوگ اپنے لئے ہی ذخیرہ کرتا ہے۔ اور خود ہی بھوگنا چاہتا ہے۔ بس دوسروں کا حق مارنے والا۔ ہونے کی وجہ سے وہ چور ہے۔ اور اپنی خود غرضی کے باعث نہ صرف دُنیا۔ بلکہ دیش اور جاتی کا بھی ناش کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اناج وغیرہ بھوگ کی سب چیزیں سب پرانیوں کے لئے ہیں کسی ایک واحد شخص کی نہیں ہیں۔ مگر جو آدمی ان کا ذخیرہ کر کے اُن پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور خود غرضی سے مغلوب ہو کر اُنہیں اپنی ہی ملکیت سمجھتا ہے۔ وہ چور ہی ہے۔ وہ خود تو شریر کی سجاوٹ۔ اور اس کے عیش و عشرت میں پھنس کر کلیان مارگ سے کنشٹ ہوتا ہی ہے۔ مگر اپنی حرص اور کنجوسی کے باعث دیش اور جاتی کو بھی بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسے اولے جب گرتے ہیں۔ تو فصل کا بہت نقصان کرتے ہیں جس سے فصل نشٹ ہو جاتی ہے۔ پرنتو بعد میں خود بھی نشٹ ہو جاتے ہیں۔ آجکل کے دیش میں ان چوروں کا بہت جرچا ہے۔ جنہوں نے اناج ذخیرہ کر کے دیش کو سنکٹ میں ڈال رکھا ہے۔ دیش کی جنتا۔ ہاہاکار کر رہی ہے۔ اور کونے کونے سے روٹی کی آواز آ رہی ہے۔ پرنتو ان چوروں کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی اور وہ ذخیرہ شدہ اناج کو مہنگے دام بیچکر۔ شریر کی سجاوٹ اور اس کے لئے عیش و عشرت کے لئے دھن اکٹھا کرنے میں مصروف ہیں۔ جو وناش کا کارن ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ یہ صرف اودیا کے کارن ہے۔ کیونکہ جب تک انسان انیتہ میں نتیہ بدھی رکھتا ہے۔ اپوتر کو پوتر سمجھتا ہے۔ دُکھدائی چیزوں کو سکھدائی مانتا ہے۔ اور جڑ کو چیتن مانتا ہے۔ تب تک وہ کلیان مارگ نہیں اپنا سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا بیمار اپنے آپ کو بیمار نہیں سمجھتا۔ بلکہ تندرست تصور کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں نے تو کبھی مرنا ہی نہیں۔ جسم کی خوبصورتی پر ہی مست ہو رہا ہے۔ وشئے بھوگوں سے جو من اور اندریوں کی ہانی

ہوتی ہے۔ اس ہانی کو سُکھ اور آنند مانتا ہے۔ اور شریر کو ہی آتما مان کر اپنا، نشٹ جسم جو کہ دُر لبھ ہے۔ اکارتھ کھو رہا ہے۔ اور فضول میں بھٹک بھٹک کر اپنی عمر برباد کر رہا ہے۔ یہ دھن دولت جو کہ تُو نے۔ ریاکاری۔ مکاری اور فریب سے کمائی ہے۔ اور جس سے تو شریر کی سجاوٹ کرنے میں مصروف ہے۔ تیرا ساتھ نہ دیگی۔ اور جس شریر کے لیے تُو سب طرح سے چور بنا ہے۔ تیرا ساتھ نہ دے گا۔ کسی نہ کسی دن تجھ کو دھوکہ دیگا۔ اور ساتھ چھوڑ جائے گا۔ سنبھل اب بھی سنبھلنے کا وقت ہے۔ فوراً ہی دوسروں کا حصہ جو تو نے دبا رکھا ہے دے دے۔ ورنہ بھگوان تجھکو کبھی بھی معاف نہیں کریں گے۔ اُٹھ اور جلد ہی جو بدنامی اور کلنک تیرے ماتھے پر دیش اور جاتی نے لگایا ہے۔ دھو ڈال۔ ورنہ اس کا نتیجہ تجھے اوشیہ ہی بھوگنا ہوگا۔ اوم۔ شانتی۔ شانتی۔ شانتی۔

خدمتِ خلق!

شری نوبت رائے شوخ

خدمتِ خلق اور یادِ حق سے تُو
پاک ہوگا اے عزیز نیک خُو

صاف شفّاف اپنے دل کا آئینہ
اس عمل کی مشق سے پائے گا تُو

آئینۂ دل میں ہوگا ناگہاں
نورِ ذاتِ پاک تیرے رُوبرُو

نورِ ذاتِ پاک ہی وہ نور ہے
جس سے روشن ہے جہانِ رنگ و بُو

روشنی ذات کی تنویر سے
زندگی ہی زندگی ہے چارسُو

آئینۂ دل میں آتا ہے نظر
جلوۂ حُسنِ ازل ہی ہُو بہُو!

جلوۂ ذاتی سے خود کو اے عزیز!
پائے گا بحرِ سرور و نور تُو!!

دُنیا بھر کی دولت ملجانے پر بھی انسان کو قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا

(دُنیا کے امیر ترین ۲ دو بوڑھوں کی رائے)

توبیار گولنکن۔ کو دُنیا میں تیل کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ اس کے کتنے ہی جہاز اور کارخانے ہیں۔ اس کی دولت کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ پال گیٹی جس کی عمر 72 سال ہے۔ اس کا شمار دُنیا کے امیر ترین آدمیوں میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے حالات لکھ رہا ہے۔ توبیار اور گیٹی۔ میں عرصہ سے خط و کتابت ہوتی رہی۔ جس کا موضوع یہ تھا۔ کہ دولت سے قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔ دونوں کا ملاپ لندن میں ہوا جہاں دونوں نے تبادلہ خیالات کیا اور فیصلہ کیا کہ دونوں ملکر ایک کتاب لکھیں جس میں بتایا جائے گا کہ "دنیا بھر کی دولت ملجانے پر بھی ایک انسان کو قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے دل میں خُدا کے لئے پیار اور محبت خلق کا جذبہ نہیں ہوگا۔ (ماخوذ)

راہ نجات

از قلم (پنڈت وید پرکاش جی شرما)

آج دنیا کے مدبّر اس بات کی کھوج میں سرگرداں ہیں کہ کسی طرح دنیا میں شانتی کا ماحول پیدا ہو جائے اور انسان اپنی ہستی کو پہچان سکے۔ ہر روز نئی نئی سکیمیں شانتی پیدا کرنے کے لئے بنائی جا رہی ہیں مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات آجتک کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ برعکس دنیا کو اشانتی شدّومدّ سے کھائے جا رہی ہے۔ اس کا کارن کیا ہے؟ اس کا کارن سوائے اگیانتا کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ دنیا اگیان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور چاہتی یہ ہے کہ اُسے آنند کی روشنی ملے۔ اگیان اندھا ہے۔ اس سے روشنی کہاں سے حاصل ہو اس لئے جب تک انسان گیان کی طرف نہیں بڑھتا اُسے شانتی ملنی ناممکن ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا اگیان کی طرف کیسے بڑھ رہی ہے؟ جبکہ آج سائنس انتہائی ترقی پر ہے۔ آجکل انسان چاند اور ستاروں پر پہونچنے کے خواب لے رہا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب انسان آکاش کے پرزے پرزے کو پھاڑ دے گا۔ یہ سب کچھ درست ہے۔ آج سائنس عروج پر ہے۔ نت نئی ایجادیں ہو رہی ہیں۔ اس کی بدولت دنیا میں طرح طرح کے عیش و آرام کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر کیا وجہ ہے کہ پھر بھی آج کا انسان ہراش و نراش ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کی تعلیم نے ہمیں مادہ پرست بنا دیا ہے۔ ہماری نظر فکر مادے سے پرے کہیں جاتی ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شانتی جیسی چیز کو جو ہمارے اپنے اندر ہے مادے میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ مادہ جڑ ہے۔ اس میں اپنی کوئی طاقت نہیں ہے خود کسی طاقت کے زیر اثر قائم ہے۔ جو چیز خود کسی کی غلام ہو۔ وہ بھلا کسی کو کیا آزادی (شانتی) دے سکتی ہے۔ اس لئے مادہ پرستی شانتی کا کارن نہیں بن سکتی۔ مگر اس کا مطلب یہ بھی نہ لے لیا جاوے۔ کہ مادے کا وجود ہی فضول ہے۔ دنیا میں پرماتما نے کوئی چیز بھی فضول پیدا نہیں کی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جب ہم کسی شئے کو غلط طریقے سے استعمال میں لاتے ہیں تو ہمیں زک پہنچاتی ہے۔ لہٰذا ہم اُسے ناقص یا فضول تصوّر کر بیٹھتے ہیں۔ دراصل قصور ہماری عقل کا ہے۔ بنانے والے نے ہر چیز اپنی جگہ نہایت مکمل اور فائدہ مند بنائی ہے۔ لہٰذا قصور مادے کا نہیں ہمارا اپنا ہے۔

جب تک اُس پرم پتا پرماتما کی آپار کرپا سے انسان اپنے آپ کو نہیں جان لیتا اُسے دنیا کی اصلیت کا پتہ نہیں لگتا۔ اور وہ دنیا کی کسی بھی چیز سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس اُسے ہر شئے سے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ آج کے حالات اس بات کے شاہد ہیں۔

دنیا کے امیر ملکوں میں عیش و عشرت کی کونسی شئے میسّر نہیں پھر بھی اُن ملکوں کے انسان اپنے اندر ایک زبردست خلا محسوس کر رہے ہیں۔ اُن کی نت نئی شادیاں۔ نت نئی پوشاکیں اور نت نئی خوراکیں اُنکے دلکی آئینہ دار ہیں کہ وہ بے قرار ہیں۔ اور وہ ان چیزوں میں قرار کیلئے بھٹک رہے ہیں۔ مگر قرار نہیں ملتا۔ آخر قرار کی حسرت ہی لئے لقمۂ اجل ہو جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے　　بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اب جب ہم نے غور کر لیا کہ شانتی دنیا کی کسی شئے میں نہیں تو من وچار کرنے لگ جاتا ہے کہ شانتی پھر ہے کہاں؟

ہمارے مہاپرش ہمارے لئے یہ سوال حل کرکے چھوڑ گئے ہیں۔ ہمیں صرف اُس کی طرف متوجہ ہو کر سمجھنا ہے۔ مگر بدبختی سمجھئے کہ ہم اس سوال کا حل اُن کتب میں جنکی بنیاد مادہ پرستی پر رکھی گئی ہے ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے آج بھی اوٹ پٹانگ کتابیں پڑھ پڑھ کر اپنے آپ کو گمراہ کر لیا ہے

آؤ اگر پرماتما کی کرپا سے ہمارے اچھے سنسکار جاگ اُٹھے ہیں اور ہمارا جیون ساتوک ہوتا جا رہا ہے۔ تو ہم اُس گرنتھ کو دیکھیں جس میں ہماری زندگی کے ہر سوال کا جواب موجود ہے۔ وہ گرنتھ ہے۔ شریمد بھگوت گیتا۔

گیتا ہماری زندگی کے پیچیدہ مسئلوں کو کھولتی ہوئی گاتی ہے کہ اے خوشی کے متلاشی انسان خوشی تمہارے اندر ہے۔ اُسے باہر مت ڈھونڈ۔ اور اس شاعر کی طرح اندر جھک کر دیکھ۔ جو کہتا ہے۔

آئینہ دل میں ہے تصویر یار ؎ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مگر یہ دیکھئے یہ تصویر یوں نظر نہیں آئے گی۔ کیونکہ جس آئینہ میں یہ تصویر رکھی ہے۔ وہ تو کام۔ کرودھ۔ موہ۔ لوبھ اور اہنکار کے گرد و غبار سے اٹا پڑا ہے۔ لہٰذا پہلے آئینہ دل سے یہ گرد ہٹانی پڑے گی۔ اس کے بغیر کام بنے گا نہیں۔ آؤ گرد ہٹائیں۔ اور واصل ہو جائیں اُس پُرنور تصویر سے جسکے لئے ہم مدت سے تڑپ رہے ہیں۔ مگر خبردار گرد ہٹانے کا بھی کوئی طریقہ ہے قاعدہ ہے۔ اگر ہم بغیر طریقے اور قاعدہ کے صفائی کا کام شروع کر دیں گے تو ہم خود اس گرد و غبار میں اس طرح اٹ جائیں گے۔ کہ کھانستے ہی بنے گی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے اس گرد کی اصلیت کو جان لیں۔ کیسے جائیں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ گیتا ہر مسئلہ پر ہماری رہبری کرتی ہے۔ ذرا اُسے رہبر بناؤ۔ اور پھر دیکھو نظارہ۔

ارجن نے بھگوان کرشن کو رہبر بنایا تھا تو گیتا نے جنم لیا تھا۔ اور یہی گیتا آجتک ہماری رہبری کرتی چلی آ رہی ہے ارجن نے زندگی کے پیچیدہ مسئلوں کو سمجھنے کے لئے بھگوان کرشن پر طرح طرح کے سوال کئے تھے۔ لہٰذا بھگوان کرشن ارجن کو سمجھاتے سمجھاتے جب چودھویں ادھیائے پر پہنچتے ہیں تو چودھویں کا چاند بن کر چودہ طبق روشن کر دیتے ہیں۔ اور ارجن سے یوں گل افشاں ہوتے ہیں۔

پھر ارجن سے بھگوان بولے کہ سن ؎ جو گیانوں کا گیان ہے سن اس کے گن
منی جس کو یہ گیان حاصل ہوا ؎ کمال فضیلت کو واصل ہوا

اس کے بعد بھگوان مایا کا اپریشن کرتے ہیں اور ہمیں اس کی رگ رگ سے واقف کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہم مایا کے جال میں نہ پھنس جائیں۔ اب بھگوان مایا کی اندرونی تصویر دکھا رہے ہیں۔ ؎

نموزار مایا سے ہوں تین گن ـ ستوگن ۔ رجوگن ۔ تموگن یہ سن
یہ لافنا روح تن میں مکیں ـ یہ قید گن کرتے ہیں۔ اس کو وہیں

لیجئے جس نے بھی یہ راز سمجھ لیا۔ اُسے کوئی بھی آنند سے ہمکنار ہونے سے نہیں روک سکتا۔ آؤ ذرا ہم گیتا جی کی کرپا سے اس راز کو اور کھولیں۔ اور ان گنوں کی خاصیت سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ تاکہ من کی صفائی میں کسی قسم کی اڑچن نہ ہو۔

(۱) تموگن = " یہ گن ہستی کو نیستی کی طرف لے جانے والا ہے۔ لہٰذا اس میں کاہلی۔ سستی۔ غفلت اور خود غرضی کا گندہ مواد بھرا پڑا ہے جس سے لوبھ اور موہ پیدا ہوتا ہے۔

رجوگن۔ یہ ہستی میں ہیجان پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اس میں ہلچل اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس میں کام۔

کرودھ۔ اور اہنکار کی آگ چھپی ہوئی ہے۔
ستوگن۔ جیسا کہ اس کا نام ہے۔ اوپر کے دونوں گنوں کے الٹ ہے اس لئے اس میں گیان اور آنند کا خزانہ مضمر ہے۔
اب جب ہمیں دنیا کی اصلیت کا پتہ چل گیا، اور سمجھ گئے کہ دنیا کی ہر شئے میں یہ تینوں گن کام کر رہے ہیں۔ تو شانتی کی راہ اور صاف ہو گئی۔ ہم دو قدم آگے بڑھے اور سوچنے لگے۔ کہ واقعی بھگوان کا فرمان درست ہے۔ لیکن کیا ہم تو ہر روز پرکرتی سے تموگن اور رجوگن زیادہ اپنے اندر کھینچتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں شانتی کی۔ آہ کتنی بھول ہے۔

کیا ہم خوراک کے ذریعے اپنے اندر زیادہ مقدار میں تموگن اور رجوگن نہیں کھینچتے۔ آج ہماری خوراک کیا ہے؟ انڈے گوشت۔ شراب اور منشی اشیا۔ شاستر کہتا ہے کہ ان اشیا میں تموگن بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اس کا نام شاستر نے تامسک بھوجن رکھا ہے۔ اور جو لوگ ان اشیا کا سیون نہیں کرتے وہ نہایت چٹ پٹی اور مصالحہ دار کھاتے کے عادی ہیں۔ شاستر کہتا ہے یہ راجسک بھوجن ہے۔

اب ثابت ہو گیا کہ اوپر کے دونوں طریقوں کی خوراک ہمارے اندر رجوگن اور تموگن پردھان کرتی ہے۔ کیا رجوگن اور تموگن میں شانتی ہے؟ نہیں تو پھر ہم کیوں کھاتے ہیں۔ اس کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے اگیان کے کارن سے۔

اب وچاروں کو لو۔ جب ہمارا پالن پوشن تامسک اور راجسک خوراکوں سے کیا گیا تو ضروری ہے کہ ہمیں وچار بھی ویسے ہی ملیں گے۔ کیونکہ ذات کو ذات پیاری ہوتی ہے۔ پھر ہمارے گھروں کا ماحول بھی تو اچھا نہیں۔ ہر وقت راجسک اور تامسک خیالات کا اکھاڑہ بنا رہتا ہے۔ یہی کارن ہے کہ آج ہمیں گندے ناول۔ فحش فلمیں اور گندی سوسائٹی اچھی لگتی ہے۔ خوراک سے جب رجوگن اور تموگن جب پردھان ہوئے تو خیالات نے اسے اور مضبوط بنا دیا اس لئے۔ کہ گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

شانتی کے مارگ پر بڑھنے والو اپنی خوراک اور وچار درست کرو۔ مگر کیسے؟ ست شاستر سے ست سنگ سے۔ اسی میں خوشی کا راز مضمر ہے۔ (اوم شرم)

دولت کا بہترین استعمال ہی نجات ہے

از قلم رائے صاحب لالہ ہرگوبند جی ریٹائرڈ ڈپٹی سی ایس

امیری ہے خود غرض ہونے کا نام ⁂ اگر اس میں ہو غرض اپنی تمام
نہ ہو اس میں اگر دوسروں کا خیال ⁂ تو ایسی امیری ہے جان وبال
جو ہوتے ہیں اوروں کے سر پر امیر ⁂ ہیں لاریب حرص و ہوا کے اسیر
مگر جن کو دیتا ہے دولت خدا ⁂ تو ہے ساتھ ہی اُن کو دیتا سخا
سخی غرض ہیں اُس کے اپنے فہیم ⁂ وگرنہ ہیں کفران نعمت لئیم
جو دیکھیں کہیں مالدار و بخیل ⁂ تو ہے اسکی ذلت کی گویا دلیل
اگرچہ کفایت ہے نیکی کی راہ ⁂ کفایت سخاوت بنا ہے گناہ
مصیبت ہے اُسکے لئے اس کا زر ⁂ کہ ہے اس کا زر مفت کا درد سر
تراشیں نہ گر بیل انگور کی ⁂ تو انگور میں پھل نہ آوے کبھی
جو چاہے کہ لے اپنی دولت بچا ⁂ تو دل سے کرے دھرم و کرم و سخا
وگرنہ ہے ساری فضا چار دن ⁂ جواں ہو یا ہو بادشاہ یا مسکین
خزانے میں بھرتے ہیں جو مال و زر ⁂ نہیں اُس کی پتھر سے بہتر قدر
جو پڑتی ہے اس کی قیمت کہیں ⁂ نکل جاتا ہاتھوں سے ہے وہ وہیں
یہی گویا اس بات کی ہے دلیل ⁂ یونہی پھولتے زر پہ ہیں سب بخیل
یہ گیتا میں اس واسطے ہے کہا ⁂ گیانی کو ہے سنگ و زر ایک سا
نہ تھا باپ کے پاس گو مال و زر ⁂ لیا اس نے صندوق پتھر سے بھر
جو لڑکوں نے دیکھی یہ اسکی سنبھال ⁂ تو سمجھے کہ اسمیں ہے سب مال و تال
تو زایا وہیں مار کر باپ کو ⁂ چھپانا تھا مشکل مگر باپ کو
اسی طور سے سارے سرمایہ دار ⁂ کسی نہ کسی فکر کا ہیں شکار
ہے اُن سے میری التجا بار بار ⁂ بڑھائیں نہ دولت سے اتنا پیار

کیا کھویا کیا پایا

از۔
شری ہرچند جی خوشدل
ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی

بسمارک۔ جرمنی کا وزیر اعظم ۳۰ برس تک۔ محض دستانوں اور لوہے کے ہاتھوں سے۔ سارے یورپ میں اپنی شاطرانہ مکارانہ اور عیارانہ طریقوں سے زندہ نام رہا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ جمہوریت۔ پارلیمنٹ۔ کثرت رائے سے فیصلے سب ڈھکوسلے ہیں۔ وہ شخص جس سے ۳۰ برس تک سارا یورپ تھر تھراتا رہا۔ ایکدن بیک بینی دو گوش وزارت کی گدی سے ہٹا دیا گیا اسے اپنے سرکاری کوارٹر میں اپنا سامان سمیٹنے کی بھی پوری مہلت نہ دیگئی اور غضب خدا کا اُسے گدی چھوڑ کر اپنے گاؤں میں چلے جانے کے بعد اس کی گیارہ دن کی تنخواہ بھی کاٹ لی گئی۔ اس بنا پر کہ وہ زیادہ لے جاچکا ہے۔ یورپ کے اس آہنی مرد کو کیا معلوم تھا کہ جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا۔

نپولین۔ اٹلی کے جزیرہ کارسیکا کے ایک ادنیٰ سپاہی کا بیٹا۔ سپاہی سے جرنیل اور پھر جرنیل سے شاہ فرانس ہوا۔ برسوں تک یورپ کی حکومتیں اس کے نام تک سے کانپ اُٹھتی رہیں۔ وہ شخص جس کی لغت میں ناممکن کا لفظ تک نہ تھا۔ آخر واٹرلو کے میدان جنگ میں ۱۸۱۵ء میں انگریزوں سے شکست کھا گیا۔ چھ برس سینٹ ہلینا کے جزیرہ میں قید رہ کر مر گیا۔

ہندوستان پر دولت کے لالچ میں اگر سترہ بار حملہ کرنے والا محمود غزنوی ہندوستان کی دولت اونٹوں پر لاد کر لے گیا مرنے سے پہلے اس نے حسرت بھری نگاہوں سے ہند کی لوٹی ہوئی دولت کو دیکھا۔ اور سوچا ہائے جس دھن دولت کے لئے ہزاروں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگے اُسے چھوڑ تا پڑ رہا ہے۔ کیا سبھی صدمے اُٹھائے تھے اسی دن کیلئے۔ جو سے بدلے بھی لئے مالک نے گن گن کے لئے۔

اور سکندر ..... سکندر نہیں ..... سکندر اعظم ..... فاتح عالم ..... وہ جو

پاؤں ٹھہر جاتے تھے جس کے سامنے جا بجا۔ وہ مرا تو ہاتھ خالی کفن سے باہر تھے۔

مسولینی ..... اٹلی کا ڈکٹیٹر ..... جرمنی کے ہٹلر کا دست راست ..... دوسری جنگ عظیم میں جنہوں نے دنیا کی عظیم طاقتوں تک کو بھی اضطراب کی حالت میں رکھا..... کیا کیا انہوں نے ستم ڈھائے نہ ہونگے ...... دنیا بھر کی حکومت کا خواب دیکھنے والے ...... دونوں کے دونوں چل بسے ..... ہٹلر غائب ہوا یا خود کشی کر گیا ...... خدا جانے مگر مسولینی ذلیل و خوار ہوا اور گولیوں کی باڑھ سے مارا گیا لاش خاک و خوں میں تڑپتی رہی کسی نے پوچھا تک نہیں۔

ایران کا گڈریا ..... نادر۔ نادر خاں اور پھر نادر شاہ ..... ہندوستان پر حملہ آور ہوا ... 54 کروڑ 3 لاکھ 65 ہزار روپیہ نقد لوٹ کر اور شاہجہاں کا ہیرے موتیوں والا تخت طاؤس اس کے علاوہ اپنے ساتھ لے کر اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ ہند کو برسوں تک مفلسی اور کنگالی میں بے یار و مددگار بلکتا ہوا چھوڑ کر ..... قتل عام میں ہزاروں کے خون میں نہا کر آخر ایران پہنچا ...... آغاز کتنا شاندار انجام ..... اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں رات کو مارا گیا ..... کاش ..... وہ ظلم کرنے سے پہلے اس کا انجام بھی سوچ لیتا۔

تاج محل کا خالق ..... معمار بادشاہ ..... تخت طاؤس کو زینت بخشنے والا ..... گدی سے اُتار دیا گیا ..... قید خانے میں

چھ سال پڑا رہا ... بڑے بیٹے کو ذلت آمیز موت سے بچا نہ سکا .... پانی کا برتن ٹوٹ جانے پر پانی کو ترستا رہا اور اُن ہندوؤں کی تعریف کرتا رہا جو مُردوں تک کو پانی دیتے ہیں .... ایک بیٹی خدمت کو حاضر رہی .... بیٹے کے حکم سے وہ کھڑکی بھی بند کرا دی گئی جس میں سے تاج محل پر نگاہ ڈال لیا کرتا تھا۔ شاہجہاں کی یہ بے بسی یہ بےکسی درسِ عبرت دے رہی ہے .... ۶ نظر اپنی اپنی جے کرے شہنشاہاں گھا جرا دیندا۔ شاہاں کھیک منگا دیندا۔ بھک منگیاں خبر نہ پاؤندا۔

بیر بیراگی کو ذلیل کیا گیا۔ اُس کا جلوس نکالا گیا .... اُس کے ساتھیوں کے سر قلم کئے گئے۔ اسکی بوٹی بوٹی تک گرم چمٹے سے کاٹی گئی .... فرخ سیر دیکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا لیکن خود فرخ سیر کا حشر ؟ .... سید بھائیوں کی سازش کا شکار ہوا جان بچانے کے لئے حرم کو بھاگا .... محل کے اندر سے گھسیٹ کر لایا گیا .... بازار میں قتل ہوا ... لاش خدا جانے کہاں گئی .... قدرت کے رنگ ...

بہادر شاہ ... ظفر ... فاتح ... مغلیہ سلطنت کا آخری تاجدار ... ہار گیا ... قید ہوا ... رنگون جلاوطن کیا گیا جہاں اس کے پرلوار کے کچھ ممبر ساتھ رہے ... مرنے کے بعد ایک کچی قبر میں ایک بیری کے درخت کے نیچے دفنایا گیا .... کہاں بابر جس نے بزور شمشیر ہندوستان پر حکومت کی۔ اور کہاں خاندان تیموریہ کا آخری چراغ .... بے بسی اور بےکسی کی دردناک تصویر .....

دُنیا کی تاریخ ایسی ہزاروں داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ راون کنس دریودھن جراسندھ کن کن کا ذکر کریں ... اے انسان تو نے ان سب کے آغاز اور انجام دیکھے ... عروج بھی اور زوال بھی ... کیا تو نے ان سے کچھ سبق حاصل کیا ... نہیں ... کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے سمجھتا ہے کہ بلّی چلی گئی۔ موت کا نقارہ ہر گھڑی تیرے سر پر بج رہا ہے ... نادان ... دُنیا کے سب مسافر ایک ایک کر کے دوسری دُنیا کو جا رہے ہیں اور تو ابھی تک پاگلوں کے بہشت میں بیٹھا اس وہم و گمان میں مبتلا ہے کہ تیرا قیام تو مستقل ہے۔ ۶ ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں ... دولت۔ اقتدار اور جوانی کے نشہ میں بھولنے والے ... غریبوں۔ بےبسوں اور اپنے قابو میں آئے ہوئے خدا کے بندوں پر ناجائز ستم ڈھانے والے انسان ... اُن بڑی بڑی ہستیوں کا انجام دیکھ اُس سے سبق حاصل کر ... وہ نہ رہے تو تو کس لئے باغ کی مولی ہے۔ ہمچو ما دیگرے نیست کی مثال سامنے رکھنے والے بشر اپنے اعمال نامہ پر نگاہ ڈال ... ہر رات کو سونے سے پہلے اپنی پڑتال آپ کر ... کیا کھویا کیا پایا ... بہی کھاتہ دیکھ ... زندگی کے اس دور میں ... کتنی نیکی کی کتنی بدی ... نفع کتنا رہا نقصان کتنا ... یاد رکھ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ... جب تک شیشۂ دل صاف نہ ہو اس میں بھگوان کے درشن نہیں ہو سکتے ... تیری ظاہرداری کی بھکتی۔ پوجا پاٹھ ... دان پُن ... آڈمبر ... تیرے گناہوں پر پردہ ڈال سکتے ہیں لیکن تجھے اُنکی سزا سے بچا نہیں سکتے ... قدرت کی چکّی آہستہ چلتی ہے۔ اور پیس کر رکھ دیتی ہے ... کرنی کا پھل اوتاروں تک کو بھوگنا پڑا تو اُن سے کیسے بچ سکتا ہے ؟ ....
نیکی کا بدلہ نیکی اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ... ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد خلق خدا کی صدق دلی سے نشکام تن سوا ارتھ سیوا سے بڑھ کر اور کوئی سیوا نہیں اور بھگوان تک پہنچنے کیلئے یہی سب سے اُتّم مارگ ہے۔ تو محلوں میں 36 پرکار کے بھوجن کر کے گدیلوں پر لیٹے ... موٹروں پر سیر کرے ... تیرے کُتے تک بسکٹ کھائیں اور تیرا غریب پڑوسی بھوک سے بلبلاتا ہوا ... سردی میں ٹھٹھر کر .... ہزاروں ٹھوکریں کھا کر ... ذلّت و رسوائی کی زندگی بسر کرے اور تو نشۂ دولت میں سرشار شہرت کا بھوکا بھگتی کا ڈھونگ رچاتا پھرے ... مکار فرشتے ... بھگوان کو ٹھگتا ہے ... ؟ تجھے معلوم ہے ؟

ع دل بدست آور کہ حج اکبر است۔ از ہزار کعبہ یک دل بہتر است ... اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر سچ بتا کبھی تو نے

ع دُعائیں لیں غریبوں کی ... کیا دل ٹھنڈا دردمندوں کا .... ؟ نہیں ؟ تو پھر کیا تو سمجھتا ہے کہ تجھ پر تیرے مرنے کے بعد بہشت کے دروازے کھل جائیں گے۔ اور فرشتے تیرے استقبال کو دوڑے آئیں گے ... سراسر غلط ... ہوش میں آ ... وقت کی پکار ہے .... دان پُن بھگتی۔ کیرتن ہونا چاہیے تب سب صحیح اور بجا لیکن اگر ان کے ساتھ ساتھ تیرے دل میں غریبوں مظلوموں۔ ابلاؤں اناتھوں۔ بوڑھوں۔ اپاہجوں ... دردمندوں ... ضرورتمندوں کے لئے پریم اور پیار کے جذبات

جاگ اٹھیں اور تو اُنکی حتی الامکان سچے دل سے سیوا کر کے اُن کے دُکھ درد کو ذرا بھی گھٹا کر اُن کے دلوں سے دُعائیں لے سکے تو پھر سونے پر سہاگہ ہو جائے.... آ میرے دوست... تو بھی اس راستہ پر چل اور میرے لئے بھی دُعا کر کہ جس بات کی دوسروں کو تلقین کرتا ہوں، خود بھی اس پر عمل کر سکوں کیونکہ کہنا آسان ہے کرنا مشکل ہے۔ ...من آنم کہ من دانم .... اپنے گناہوں کو میں ہی زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں ... کبھی کبھی کام کرودھ. لوبھ موہ اور اہنکار کے قابو میں آ کر میں بھی ایسی حماقتیں کر بیٹھا ہوں جن پر میرا ضمیر مجھ پر ہزار ہزار لعنت بھیجتا ہے۔... بھگوان مجھے اور آپ سبکو ستیہ مارگ پر چلنے کی شکتی دیں۔ ....

آزادی ہند

از شری روشن — پٹیالوی بی اے

خواہشات بموقعہ جشن سعید۔ آزادیٔ ہند

نمودِ جوششِ ذوقِ عمل کی ہو تجدید
اُصولِ خیر سگالی کی سب کریں تائید

جمودِ طبع کی ہو جائے کاش مٹی پلید
خیالِ نفرت و شر کی ہے خود بخود تردید

خمارِ بادۂ غفلت ہے بےحسی کا ثبوت
ہے زندگی کی اُفقِ انقلاب کی تمہید

بسر ہو خدمتِ قومی میں زندگی سب کی
مفادِ قوم کی خاطر ہوں اہلِ قوم شہید

کنارا کر کے شرارت پسند لوگوں سے
بنائیں دُنیا نئی ایک اور قابلِ دید

بروں کے سایۂ بد تک سے ہم کریں پرہیز
جو نیک شخص ہیں بن جائیں کاش اُنکے مُرید

رہیں ہمیشہ بھلائی ہی کیطرف راغب
کریں نہ کام کوئی جو ہو راستی سے بعید

فلاحِ قوم کی ہو آگ سب کے سینے میں
ہے سوزِ دل سے عرقِ زندگی کا خوب کشید

ہمیں پسند نہ آئیں کبھی بُری باتیں
ہمیشہ نیک اصولوں کی ہم کریں تقلید

نہ آئے دلمیں بُرا کوئی بھی خیال کبھی
خیالِ خدمتِ علم و ادب سے ہو تنقید

ہو پڑھ کے جسکو ہر اک شخص بےخود و سرمست
کتابِ دل کی لکھیں ایسی پُراثر تمہید

مُرادیں دل کی ملیں گی تو راستبازی سے
ہے کامیابی کی دُنیا میں اک یہی تو کلید

ہر ایک قوم کے افراد میں ہو باہم ربط
پیام باہمی الفت کا دے یہ روزِ سعید

چراغِ عیش و مسرت وطن میں روشن ہو
ہر ایک ہندی خوشی سے منائے جشنِ سعید

چار آریہ ستیہ

قسط سوئم

از پروفیسر نرمل چندرجی

(3) زندگی کی تیسری عظیم سچائی یہ ہے کہ خود غرضانہ تمناؤں کو چھوڑ دینے سے (دُکھ نرودھ) دُکھ سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ تمام خود غرضانہ خواہشات کا خاتمہ ہونے پر لازمی طور سے دکھوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہر ایک خود غرضانہ خواہش کسی نہ کسی حاجت سے اُٹھتی ہے۔ اور جب تک حاجت پوری نہ ہو دُکھ ہوتا ہے۔ اور اگر وہ پوری بھی ہو جائے۔ تو بھی یہ حالت دیرپا نہیں ہوتی۔ حاجت روائی کی تسلی ہی نئی حاجات اور اس لئے نئے غموں کو پیدا کرتی ہے! ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسانی فطرت میں کبھی نہ پوری ہونے والی ہزارہا خواہشات پائی جاتی ہیں۔ اس ترشنا (پیاس) کو چھوڑے بغیر غم کا خاتمہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟

خود غرضانہ خواہشات کا پورا ہونا ان خواہشات کا خاتمہ کرنے کی بجائے انہیں آگ پر تیل کا کام کرتا ہے۔ واسنا پورتی یا بھوگ سے کبھی ترپتی نہیں ہو سکتی۔

دُنیا میں تین طرح کے لوگ ہیں۔ (۱) دانا۔ جو دوسروں کے تجربوں سے ہی سبق سیکھ لیتے ہیں۔ اور دُکھ کو اپنے پاس آنے کا موقعہ ہی نہیں دیتے۔ (۲) نیم دانا۔ جو اپنے تجربے سے سبق لے کر آئندہ کے لئے دُکھ سے بچ جاتے ہیں۔ (3) مورکھ۔ جو اپنے تجربہ سے بھی نہیں سیکھتے۔ اور اپنے دُکھ کو لگاتار بڑھائے چلے جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ کبھی زندہ نجات حاصل نہیں کر سکتے۔

مہاتما بدھ نے نجات بعد از ممات کا وعدہ کرنے کی بجائے موت سے پہلے ہی اب اور یہاں نجات کا صاف اور سیدھا راستہ دکھلایا ہے۔ اور نہ ہی مہاتما جی نے کسی کو نجات دینے یا دلوانے کا وعدہ کیا ہے۔ ان کی تعلیم تو خود اعتمادی۔ خود کوشی اور خود ضبطی اور خود آگہی کی ہے۔ وہ اپنے آپ تیرنے کا سبق دیتے ہیں۔ کسی سے سنسار ساگر سے پار کرنے کا وعدہ نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنی مستند تصنیف "دھم پد" میں یہ تعلیم دی ہے۔

ہم جو کچھ بھی ہیں وہ پچھلے خیالات کا نتیجہ ہے۔ یہ ہمارے خیالات پر مبنی اُن سے ہی بنا ہے۔ "انسان خود ہی بُرائی کرتا ہے اور خود ہی دُکھی ہوتا ہے۔ خود ہی بدی کو ترک کرتا اور خود ہی پاکیزہ ہوتا ہے۔ پاکیزگی اور ناپاکیزگی کا تعلق اپنے آپ سے ہے۔ کوئی دوسرا کسی کو پاکیزہ نہیں بنا سکتا۔

" تمہیں خود ہی اپنے لئے کوشش کرنا ہوگی۔ بدھ لوگ تو صرف اپدیش کرنے والے ہی ہیں۔ وہی متفکر لوگ جو اس مارگ پر خود چلتے ہیں۔ پاپ کے بندھن سے مکت ہو جاتے ہیں۔

جو شخص خود بخود نہیں اُٹھتا۔ جبکہ اُٹھنے کا وقت ہے۔ جو جوان اور مضبوط ہوتا ہوا بھی سست ہے۔ جس کی ارادت اور خیالات کمزور ہیں۔ وہ کاہل اور سست آدمی کبھی روشن ضمیری نہ حاصل کر پائے گا۔ " سخت محنت ہی راہ بقا ہے۔ کاہلی موت کی طرف لے جاتی ہے۔ سست لوگ جیتے جی ہی مردہ ہیں۔ " اے آنند۔ اپنے لئے آپ ہی لمپ ہو جاؤ۔ اپنے ہی پناہ گیر ہو۔ دھرم کو چراغ کی مانند مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ دھرم کو ہی اپنی پناہ گاہ یقین کرو۔ اور اپنے سوا کسی اور کی پناہ مت لو"

مہاتما بدھ نے کبھی پناہ گیری۔ دُعا۔ مناجات۔ خوشامد۔ حمد سرائی کی تعلیم نہیں دی۔ ان کے مطابق انسان کو اپنا کرم ہی ڈبوتا اور پار کرتا ہے۔ اور کرم کا پھل دینے یا بخشنے والا کوئی اور نہیں ہے۔ کرم خود ہی اپنی صفت اور نوعیت کے

مطابق عمل لاتا ہے اٹل روپ سے۔ اور اس میں سفارش یا شفاعت کو مطلقاً دخل نہیں ہے۔

(۴) زندگی کی چوتھی حقیقت تعریف۔ ہشٹ انگ اشٹانگ مارگ ہے جس پر چل کر انسان خود غرضانہ خواہشات سے نجات پا کر دُکھ سے پوری اجازت حاصل کر سکتا ہے جس نے دھرم کی گدائی کو پا لیا ہے۔ وہ راہ راست پر چل کر یقیناً نجات پا لے گا۔

ان چار بڑی سچائیوں کو بُدھ دھرم کے بنیادی اصول کہا جا سکتا ہے مگر انہیں مسائل کے طور پر پیش نہیں کیا گیا۔ کہ انہیں بلا تحقیق قبول کیا جائے۔ مسئلہ پرستی جو تحقیقات کرنے سے روکتی ہے۔ زندگی کی تکمیل کا ذریعہ ہونے کی بجائے جگیاسو کو اپنے فرض کی پابندی اور صحیح راستہ پر چلنے میں مانع ہوگی۔

مہاتما بدھ نے کبھی نہیں کہا۔ کہ تحقیق نہ کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا تو سالک کو ایسے مقام پر لے جائے گا۔ جہاں نہ سورج چاند ہیں اور نہ آسمان ایک ایسے گڑھے کی طرف جس میں انتہائی ٹھنڈک۔ ویرانی۔ بنجرپن اور ابدی تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دوسرے پہلو یہ پہلے ہی کہہ دیا گیا ہے۔ کہ وہ تعلیم بُدھ کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ جو عقل کے مطابق نہیں ہے۔ اور جس کا امتحان کھوج کی نشک روشنی میں نہیں کہا جا سکتا۔ دھرم اور مذہبی اسناد ٹکتے نہیں رہ سکتے۔ بُدھ دھرم سکھاتا ہے کہ ہر فرد بشر اپنا آپ معمار اور نجات دہندہ ہے۔ یہ ایک بجگانہ خیال ہے کہ انسانی عقل و فہم سے باہر مذہبی سند بھی کوئی روحانی قدر و قیمت رکھ سکتی ہے۔ بُدھ دھرم کا مقصد روشن ضمیری ہے۔ جو انسان کو اپنا دیپک اور نیم آپ ہونا سکھاتی ہے۔

(نوٹ) اس سے اگلی قسط میں مہاتما بدھ کے بتلائے ہوئے اشٹانگ مارگ کا ورنن کیا جائے گا۔

سیتا جی کا پتی ورت دھرم پالن

(ٹھاکر لال سنگھ جی)

ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران

مہاراج مان لو کہا جی، نہیں اودھ پوری میں رہنا جی — دُکھ سُکھ سب سنگ میں سہنا جی جہاں رہیں پتی بھگوان

ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران

پھل توڑ توڑ کے لاؤں جی، سیوا میں بھینٹ چڑھاؤں جی — جو بچے سو پیچھے کھاؤں جی، میں سدا جپا کروں بیان

ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران

جنگل میں مجھکو منگل ہے، بنا پتی شہر بھی جنگل ہے — جہاں پتی وہاں پر دنگل ہے بنا پتی سو مرگ سنسان

ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران

ایک لعل سنگھ یوں گاتے ہیں، ہر چرنوں میں سر ناتے ہیں — پریتی کے ناطے آتے ہیں یہ جانے سکل جہان

ناتھ سنگ جائے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران

نوٹ :۔ یہ بھجن ٹھاکر لعل سنگھ جی ضلع مظفر نگر (اُتّر پردیش) والوں کا ہے۔ آپ ایک امیر راجپوت گھرانے کے پُتر تھے۔ ضلع انبالہ اور جالندھر کے علاقہ میں آپ بہت عرصہ تک نواس کرتے رہے۔ پولیٹکل ورکر بھی تھے اور جنگ آزادی کے اندولن میں نمایاں حصّہ لینے کے کارن جیل یاترا بھی کی۔ آپ ایک اعلیٰ پایہ کے معالج اور پرسدھ گائیتہ چارج اور کوی بھی تھے۔ آخری ایّام میں جالندھر شہر میں ریلوے لائن کے ساتھ اڈا ہوشیار پور ریلوے پھاٹک کے متصل یوگی راج آشرم میں نواس کرتے رہے۔ جالندھر میں آپ شری رتنا سوامی کے نام سے پرسدھ ہیں۔ اور آپکی سمادھی بھی اسی آشرم کے احاطہ میں بنی ہوئی ہے۔ سوامی جی سے راقم کو اگادھ پریم تھا۔

کا نمونہ پیش کیا۔ اگر انسان اس رامائن کا روزانہ پاٹھ کرے تو اس پر بھگوان کی خاص کرپا اور انوگرہ یقینی ہے۔ بھگوان اس پر پرسن ہو کر اس کو بھگتی دان دینگے۔ اور منش جنم سپھل ہو گا۔ تلسی رامائن کے ہندی شلوکوں کو اُردو میں لکھکر نیچے نہایت سرل زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ خوبصورت جلد میں ملبوس اور شاندار تصاویر سے مزین۔ قیمت ساڑھے دس روپے Rs 10.50 ڈاک خرچ /3 روپے علاوہ

ملنے کا پتہ۔ دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶

رام بن باس

شری ستیہ پرکاش مہتاب لیسپوری مصنف "لقمۂ نور" و مترجم گیتا ہندوستانی نظم ہیں"۔

(بغیر فارسی عطف و اضافت کے)

پتہ جب لگا رام بن باس کا　٭　ہوا ہر طرف ایک ماتم بپا
تھا ہر شخص رو رو کے یہ کہہ رہا　٭　کہ ہونا تھا کیا؟ اور کیا ہو گیا

ستم پر ستم غم پہ غم ہیں دیئے
ہیں گُن رتن کے بدلے فلک نے لئے

جونہی باپ سے رام رخصت ہوا　٭　اجازت کو پھر پاس ماں کے گیا
تھا ہر بار رہ رہ کے یہ سوچتا　٭　اگر ماں نے دیکھا مجھے غمزدہ

اُسے غم پہ غم ہوں گے پھر بے شمار
کہیں غم سے ہو دیدے نہ جاں سوگوار

یہ دیکھا کہ ماں غم میں ڈوبی ہوئی　٭　مقدر کو رہ رہ کے تھی کوستی
وہ بھر بھر کے آہیں تھی یہ کہہ رہی　٭　یہ اندھی ہے بھگوان دنیا تیری

یہ ہونا تھا کیا اور کیا ہو گیا
مقدر ہمارا کہاں سو گیا

بڑے پیار سے ماں پہ ڈالی نظر　٭　وہ تصویر تھی یاس کی سر بسر
کہا رام نے غم ہے کیوں اسقدر؟　٭　ہیں کیوں آپ خود سے بھی یوں بے خبر

غم اور رنج سے کیوں پریشاں ہیں آپ؟
سبب کیا ہے؟ کیوں اتنے حیراں ہیں آپ؟

پریشاں نظر بال بکھرے ہوئے ✤ نمایاں ہیں رنج اور غم کس لیے؟
نہیں وقت رونے کا یہ دیکھئے ✤ مقدر کو ہیں آپ کیوں کوستے

زمانے کا چکر چلے گا ضرور
نہیں کیکئی کا ذرا بھی قصور

نہ مانا کہا میں نے گر باپ کا   بُرا سب کہیں گے مجھے برملا
بھرے منہ پہ تھوکے گا چھوٹا بڑا   کہے گی یہ دُنیا مجھے بے حیا

خوشی اور غم ہیں جو سنسار کے
بشر کو یہ پڑتے ہیں سب بھوگنے

سُنی ماں نے بیٹے کی جب داستاں   بڑھے غم پہ غم اور مایوسیاں
تڑپنے لگی غم سے پھر ناتواں   نہ روکے سے اُسکے رُکی پھر زباں

الم کا پہاڑ ایک دم یوں پھٹا
نہ روکے سے پھر غم کا دریا رُکا

کڑک کر یہ ماں نے اُسے پھر کہا   سبق یہ مجھے تو پڑھاتا ہے کیا!
تجھے کیا خبر! کیا ہے نئے ماننا؟   مجھے آج اپنوں نے دی ہے دغا

ہیں روتی نہیں تخت اور تاج کو
لگے آگ لگتی ہے گر راج کو

بنے کیوں یہ دشمن تری جان کے؟   ہیں جنگل میں کیوں یہ تجھے بھیجتے؟
ہیں اپنوں نے مل کر ستم یہ کئے   بھرے دل میں غم کے جلائے دیئے

تجھے بھیجدوں... بن کی جانب پسر
نہ ہوگا تری ماں سے یہ بھول کر

تری جاں کی دشمن بنی کیکئی ✤ تجھے بن کے ناگن ہے وہ ڈس رہی
نہیں بات سنتی کسی کی کوئی ✤ ہے بن باس پر تیرے بیٹھا اڑی

جوانی کو تیری مٹاتی ہے وہ
ترا راج مجھکو دکھاتی ہے وہ

بس اب ضبط کی انتہا ہو چکی   تجھے بن میں جانے نہ دونگی کبھی
نچھاور ہے تجھ پر مری زندگی   بلا تجھ پہ آنے نہ دونگی کبھی

لگے آگ دُنیا میں اُس راج کو
جہاں ظلم ہو اور نہ انصاف ہو

بھرا گھر جو برباد ہیں کر رہے   یہ بھوکے ہیں سب تخت اور تاج کے
یہ دھرم اور عزت کو ہیں کھو چکے   نشے میں ہیں دولت کے سب کھو گئے

ڈبو کر یہ بیڑا رگھو ونش کا

رہیں گے یہ سنسار میں کیا سدا

گرے آسماں اور یہ دھرتی پھٹے ⁂ ادھر کا یہ سورج ادھر سے چڑھے
کوئی کل کا مرتا ابھی جل مرے ⁂ چڑھا دیں یہ سولی پہ مل کر مجھے

اجازت نہ دوں گی تجھے میں کبھی
میں کھو دونگی رو رو کے یہ زندگی

اسی دن کی خاطر تھا پالا تجھے ⁂ بڑھاپے میں دیگا مجھے دُکھ نئے
تُلا ہے مٹانے پہ گر یوں مجھے ⁂ مرا پہلے خنجر سے سر کاٹ دے

رہوں گی نہ تجھ بن اکیلی یہاں
تڑپ اور سسک کر میں دیدونگی جاں

ستم پر ستم یہ جفا پر جفا ⁂ کہاں میرے بھگوان تو سو گیا
یہی تیرا انصاف ہے کبریا ⁂ ہوا بول بالا گنہگار کا

سُنے گا نہ فریاد کب تک مری
دوہائی ہے۔ بھگون تیرے نام کی!

اگر چھوڑ کر مجھکو بن چل دیا ⁂ پھر آکر نہ زندہ مجھے پائے گا
تجھے میری یاد آئے گی ماتا ⁂ نہ ہمدرد ہوگا کوئی جب ترا

بڑھا غم یہ غم اور اُٹھے ولولے
نہ روکے سے بھی اُس کے آنسو رکے

ادھر جوش اک ماتا کا اُٹھا ⁂ قدم ماں کا بیٹے کی جانب بڑھا
لیا اس نے بیٹے کو دل سے لگا ⁂ تھا دلدوز عالم عجب یاس کا

اُمنڈ آئے آنسو سسکنے لگی
زباں سے نہ بیٹے کو کچھ کہہ سکی

یہ جب سن چکے تو کہا رام نے ⁂ ہیں بیکار غم سر بسر آپ کے
تقاضا ہے کیا؟ وقت کا سوچئے ⁂ نہ حرف آئے کچھ نام پر باپ کے

کبھی ہیں بہاریں کبھی ہے خزاں
یہی ہیں زمانے کی نیرنگیاں

یہ دیکھا کہ ماں کھو چکی ہے قرار ⁂ غم اور رنج سے زندگانی ہے بار
کہا رنگ دنیا کے ہیں بے شمار ⁂ کبھی ہے خزاں تو کبھی ہے بہار

خوشی اور غم ہیں جو سنسار کے
ہیں انساں کی قسمت میں دونوں لکھے

کوئی بھید مالک کے سمجھا نہیں ⁂ خوشی ہے جہاں ہوگا ماتم وہیں
کہیں کوئی خوش ہے کوئی ہے حزیں ⁂ کہ چکر بدلتی ہے کیا کیا زمیں

ہے کچھ مصلحت اس میں میری ضرور
نہیں اس میں کچھ کیکئی کا قصور

ہیں دنیا کے غم اور خوشی عارضی ٭ ہے چکر نئے سے نیا ہر گھڑی
ہے اس میں بھی مالک کی کچھ بہتری ٭ بنایا مجھے شاہ سے شاہ جی

ہے ایسا کبھی آتا کبھی انقلاب
نہیں ہے تباہی کا جس کی جواب

مجھے ہر گھڑی ہے یہ غم کھا رہا ٭ نہ جھوٹا ہو وعدہ کہیں باپ کا
بھلا سال چودہ کا عرصہ ہے کیا ٭ ادھر آنکھ جھپکی ادھر کٹے ہوا

بشر کو ہے لازم یہی دمبدم
رضا پر رہے اُسکی وہ سر بہ خم

کہانی جو بیٹے کی ماں نے سُنی ٭ تو بھیر رہ گئی وہ کھڑی کی کھڑی
ہر اک بات کو دلمیں تھی سوچتی ٭ مگر کچھ زباں سے نہ وہ کہہ سکی

غرض اُس نے بیٹے کا مانا کہا
لیا سر کو چپکے سے اُس نے جھکا

ہند کی آزادی کی پہلی تحریک 1857ء

شری ہری چند خوشدل ایم۔ اے آریہ ہائر سکنڈری سکول لدھیانہ

۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا جنم ہوا لوکمانیہ تلک نے سوراج ہمارا پیدائشی حق ہے کا نعرہ لگا کر ہندوستانیوں کو جگایا۔ پھر گاندھی جی آئے۔ ۱۹۱۹ء۔ ۱۹۳۰ء۔ ۱۹۴۲ء میں تحریک آزادی نے مختلف روپ دھرے۔ آخر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند ہوئی۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو رات کے بارہ ۱۲ بجے ہندوستان آزاد ہوا۔ لال قلعہ پر ترنگا لہرایا۔ شہیدان وطن اور دیش بھگتوں کی قربانیوں تپ اور تیاگ کی بدولت ہندوستان انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا۔

اس میں کلام نہیں کہ ہندوستان کی آزادی میں بھگت سنگھ۔ بی کے دت۔ رام پرشاد بسمل۔ خودی رام بوس چندر شیکھر آزاد۔ گاندھی سبھاش۔ جواہر لال نہرو۔ اور ان جیسے ہزاروں مشہور اور گمنام وطن پرستوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مگر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ۱۸۸۵ء سے پہلے بھی بہت سے دیش بھگتوں نے اپنے اپنے طریقوں سے دیش کو انگریز کے پنجہ سے چھڑانے کی کوشش کی تھی اُن کا تذکرہ ہم گزشتہ سال ۱۵ اگست کے پنج اور پرتاپ کی اشاعتوں میں کر چکے ہیں۔ اس لئے اُنہیں دوہرانے کی ضرورت نہ سمجھکر آج ہم ۱۸۵۷ء میں ہند کی آزادی کی پہلی تحریک کا مختصر بیان کرتے ہیں۔

اس پہلی تحریک آزادی میں سب سے بڑا کردار مغلیہ سلطنت کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا ہے۔ وہ شاہ عالم ثانی کا پوتا تھا اور شاہ عالم کے دوسرے بیٹے اکبر ثانی کا بیٹا تھا۔ انگریزوں نے شاہ عالم کے دائرہ اختیارات اور حکومت کو محدود کر دیا تھا، حکومت شاہ عالم از دہلی تا پالم، ایک مشہور محاورہ بن چکا ہے۔ انگریز کمپنی نے شاہ عالم کو دہلی سے ہٹا کر مونگیر بدلنا چاہا تو شاہ عالم نے غصہ میں بھر کر فرمایا کہ "مجھ میں زندہ رہنے کی قوت موجود ہے۔ زندہ آدمی کو کوئی شخص اپنی پسند کی قبر میں دفن نہیں کر سکتا۔" اس کے بعد انگریز کو شاہ عالم سے کہنے کا کچھ حوصلہ نہ ہوا۔

بہادر شاہ کا جنم ۱۷۷۵ء میں منگل کے روز لال بائی کے بطن سے ہوا۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۳۷ء کو گدی نشین ہوئے۔ ریزیڈنٹ نے نذر پیش کی۔ بعد میں اسی بادشاہ کی قدر گھٹانے اور اسے ذلیل کرنے کی کئی سازشیں کی گئیں۔ لارڈ ایلنبرو نے نذرانے بند کر دیئے۔ اور بہادر شاہ کی اس درخواست کے بارے میں کہ اس کی پنشن بڑھا دی جاوے یہ شرط رکھی کہ بادشاہ اگر اپنے ان تمام دعوؤں سے جو اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی پر کر رکھے ہیں دستبردار ہو جائے تو اس کی درخواست پر غور کیا جا سکتا ہے اس پر بہادر شاہ کی رگ حمیت پھڑکی۔ فرمایا "اگر میں باپ کا بیٹا ہوں تو وہی کرونگا جو میرے باپ دادا نے کیا تھا۔ کمپنی کی کسی شرط کو کبھی قبول نہ کرونگا۔" انگریزوں کا خیال تھا کہ اگر بہادر شاہ کو ترغیب دیجائے تو وہ لال قلعہ خالی کر دیگا۔ مگر بادشاہ اس کے لئے تیار نہ تھا۔ غضب خدا کا۔ بادشاہ کا اختیار قلعہ تک محدود۔ اس کی نذر نذرانے بند۔ اس کے نام کا سکہ بند۔ فدوی خاص، کا لکھنا بند۔ یہاں تک کہ بہادر شاہ کو منع کر دیا گیا کہ وہ ریزیڈنٹ کو فرزند ارجمند کے لقب سے خطاب نہ کرے۔ منادی میں کہا جاتا تھا خلقت خدا کی۔ ملک بادشاہ کا۔ حکم کمپنی سرکار کا۔ انگریزوں کی سواری نکلے تو امراء ایک طرف ہو جایا کریں اپنے ہی گھر میں مغلیہ سلطنت کے بادشاہ کی اسقدر توہین ہندوستانی دیکھ دیکھ کر جل رہے تھے۔ انگریزوں سے نجات پانے کی راہ ڈھونڈ رہے تھے۔

بہادر شاہ پر بغاوت کے مقدمہ میں سرکاری وکیل نے کہا: ہنگامہ میرٹھ ہی بغاوت نہ تھی یہ آگ تو دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ میں بغاوت ہوئی۔ مجاہدین کی فوجیں دہلی کو بڑھیں۔ دہلی کے تمام گیٹوں پر کڑا انگریزی پہرہ تھا پھر بھی راجگھاٹ کا گیٹ کھل گیا۔ باغی دہلی کے اندر داخل ہوئے۔ ڈگلس۔ مٹکاف۔ ہچینس۔ فریزر۔ جینکنس وغیرہ بڑے بڑے انگریز افسروں کو تہ تیغ کیا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ ظفر کی بادشاہت کا اعلان ہوا۔ ۱۲ مئی کو بہادر شاہ نے اعلان کیا فوج میں بھرتی ہونے والے ہر سوار کو ۳۰ روپے ماہوار۔ ہر پیدل کو ۱۲ روپے ماہوار ملے گا۔ انگریزوں اور دیش بھگتوں میں چھڑ گئی۔ کرنل لارنس کے ایک انگریز ملازم نے مسلمان فریادی کا بھیس بنا کر بہادر شاہ کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن گرفتار ہو کر موت کی سزا پائی۔

یکم اگست ۱۸۵۷ء کو بقر عید تھی۔ ہندو مسلمانوں نے فتح کی دعا مانگی۔ بہادر شاہ نے کہا "آج دن عید قرباں کا جیسی پائیں گے ہم۔ اے ظفر تہ تیغ گر دشمن ہمارا قتل ہو"۔ مسلمان مولویوں نے جہاد کے نعرے لگائے۔ فتوے دیئے اور ہندو پنڈت لوگوں نے پترے کھول کر شبھ مہورت نکالے۔ بادشاہ نے دوبار جہاد نامہ ظفر نمبر ۱ و ۲ کے نام سے ملک بھر کے رؤساء۔ امراء۔ راجگان۔ تاجران۔ سپاہیوں۔ غرضیکہ ہر با اثر شخص سے اپیل کی کہ وہ آزادی کی اس لڑائی میں تن من دھن قربان کر دے"۔

۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزی فوج نے دہلی پر پانچ طرف سے حملہ کر دیا۔ ہندوستانی سپاہیوں میں کچھ غدار انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ مجاہدین کے جرنل کالے خاں کو جو انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل تھا گولہ بارود کی جگہ ریت اور بھنے ہوئے چنوں کے تھیلے ملنے لگے۔ گھر کی پھوٹ اور غداروں کی کرتوت نے انگریزوں کو خلاف توقع بہت فائدہ پہنچایا۔

۱۹ ستمبر کو انگریزوں نے دہلی کے بہت سے حصّے پر قبضہ کر لیا۔

جنرل ہڈسن نے انگریز سپاہیوں کو ساتھ لے کر ہمایوں کے مقبرہ کو گھیر لیا۔ وعدہ وعید کے بعد بادشاہ پالکی پر سوار ہوئے۔ اُن کے ہمراہ جوان بخت۔ زینت محل۔ تاج محل۔ حکیم احسن اللہ خاں۔ قیصر شکوہ۔ فتح علی اور شاہی خاندان کے ۷۰۰ آدمی گرفتار ہوئے۔

ایک انگریز نے بہادر شاہ کی ران پر ہاتھ مارا۔ حبشی غلام بادشاہ کی توہین سہ نہ سکا۔ اس نے انگریز کو زمین پر دے پٹکا۔ تو انگریزوں نے حبشی کو بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔ لال کنواں میں زینت محل بیگم کے محل میں ہی بادشاہ اور بیگم قید ہوئے۔ /-/5 روپے روزانہ خرچ کے ملنے لگے۔

غدر کے بعد باغیوں سے جی بھر کر بدلے لئے گئے۔ بے گناہوں کو پھانسیاں ہوئیں۔ نکلسن جیسے آدمیوں کی خواہش تھی کہ انگریزوں کے دشمنوں کو زندہ آگ میں بھونا جائے۔ ان کے جسموں پر سوّر کی چربی ملی جائے۔ سُور کی کھال میں سی دیا جائے۔ اس کی یہ سب خواہشیں پوری ہوئیں۔

۲۷ جنوری ۱۸۵۸ء سے ۹ مارچ ۱۸۵۸ء تک بہادر شاہ پر مقدمہ چلتا رہا۔ لال قلعہ کے باہر بہادر شاہ کو ملزم کی حیثیت میں گھنٹہ بھر برہنہ سر پیش ہونے کے لئے منتظر رہنا پڑا۔ اور تب کہیں آواز آئی "بہادر شاہ ملزم حاضر ہے۔" آہ دُنیا ؎

پاؤں پھر آتے تھے جنکے سامنے جاتے ہوئے ؛ دیکھا اُنکی کھوپڑی کو ٹھوکریں کھاتے ہوئے۔

بہادر شاہ کمال شانِ بے اعتنائی سے حاضر ہوتے رہے۔ فیصلہ وہ ہوا جو ہونا تھا۔ کمپنی کا پنشن خوار ہو کر بہادر شاہ نے کمپنی کے خلاف بغاوت کی۔ بادشاہت کا دعویٰ کیا فوجوں کو انگریزوں کے قتل پر ابھارا اس لئے مجرم ہے۔ جاں بخشی کا چونکہ وعدہ ہو چکا ہے۔ اس لئے رنگون جلاوطن کیا جاتا ہے۔

600 گورہ سپاہیوں کے پہرہ میں مغلیہ خاندان کا آخری تاجدار دہلی سے کلکتہ لے جایا جا رہا ہے۔ اُس کے ہمراہ گنتی کے کچھ وفادار ساتھی ہیں۔ زینت محل۔ تاج محل۔ خیراً بائی۔ جواں بخت۔ عباس۔ قیصر۔ نواب شاہ بادلی زوجہ جواں بخت اُس کے ساس سسرے۔ سالیاں۔ احمد بیگ اور باسط علی جا رہے ہیں۔ گیروے لباس میں بادشاہ بینس میں سوار ہیں۔ 25 گورے صرف اُن کے پہرہ پر ہیں۔ راستے میں کسی سے اور بات چیت کرنے کی اجازت نہیں آہ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔ اٹھ روپے روز کا سفر خرچ ملتا ہے۔

رنگون میں ایک بنگلہ کی اوپر کی منزل میں یہ بدنصیب قیدی اُتارے گئے۔ نچلی منزل پر انگریز پہرہ دار اور دوسرے میں گھوڑے بندھے ہیں۔ ملاقات پر پابندی ہے۔ ایک کھردری سی معمولی قسم کی چارپائی بادشاہ کو ملی ہوئی ہے۔ نہ چھپر کھٹ نہ مسہری۔ کچھ معمولی سے برتن بھی ہیں۔ ابتدا میں تو خرچ پورا کرنے کے لئے زینت محل کے زیورات بکتے رہے بعد میں انگریزی سرکار نے /-600 روپے بہادر شاہ وغیرہ کے لئے مخصوص رکھے۔ ایک انگریز کو یہ دیکھ کر بہت دُکھ ہوا۔ کہ بہادر شاہ کی پیٹھ پر زخم ہو گئے ہیں۔ اور اُن میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اس کے برعکس انگریزوں نے دعویٰ کیا ہے کہ بادشاہ کو ایک گاڑی اور آٹھ کہار سیر کرانے کو ملے ہوئے تھے۔ ایک کشادہ صحن میں وہ گھوم سکتے تھے لیکن انہوں نے ان کا فائدہ نہیں اُٹھایا۔ مکان کے کمرے کے ایک کونے میں پڑے رہے۔

موت کے وقت زینت محل۔ جواں بخت اور اس کی بیگم اور انکی ایک چھوٹی بچی اس کے پاس تھی۔ معمولی سی تجہیز و تکفین کے اسی بنگلہ کے پاس ایک بیری کے درخت کے نیچے کچی سی قبر بنا کر اُنہیں وہیں دفنا دیا گیا۔ ایکبار انہوں نے خود کہا تھا ؎ شاہوں کے مقبرے سے الگ دفن کیجیو ؛ ہم بے کسوں کو گورِ غریباں پسند ہے۔

پس مرگ قبر پہ کوئی آئے کیوں کوئی فاتحہ بھی کہاں پڑھے۔
وہ جو ٹوٹی قبر کا تھا نشاں اُسے ٹھوکروں نے مٹا دیا۔

جلایا یار نے ایسا کہ ہم وطن سے ملے ❊ بطور شمع کے روتے اس انجمن سے چلے
نہ باغباں نے اجازت دی سیر کرنے کی ❊ خوشی سے آئے تھے روتے اس انجمن سے چلے

نہ گھر ہے نہ زر ہے رہا اک ظفر ہے
فقط حال دہلی سنانے کے قابل

بہادر شاہ ظفر نے خدا جانے یہ شعر کب اور کس موقعہ پر کہے تھے۔ لیکن مالک کی قدرت اُنکے اپنے ہی اشعار اُس کے حال زار کو جس خوبی سے بیان کرتے ہیں کوئی دوسرا اس انداز سے نہیں کر سکتا۔

یوم آزادی پر جہاں ہم دیش کے دُوسرے دیش بھگتوں کو عقیدت پیش کر رہے ہیں ہمیں ہرگز یہ نہیں بھولنا چاہیئے۔ دیش کے آزاد کرانے میں ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں اُن تمام بہادروں اور قوم پرستوں کا بھی حصّہ ہے۔ جنہوں نے مادر وطن کی غلامی کی زنجیریں کاٹنے کے لئے تن من دھن قربان کر دیا وہ ناکام نہیں رہے بلکہ انہوں نے دیش میں آزادی کی جو شمع روشن کی اُسی سے روشنی لے کر ہی بعد میں کام کرنے والے محبان وطن اپنی منزلیں طے کرتے ہوئے سرزمین ہند کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوئے۔ یاد رہے وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو اپنے دیش کے شہیدوں اور محبان کی قربانیوں سے سبق سیکھ کر اپنے دیش کی بہتری کے لئے دل و جان سے کام کرتی ہیں۔ سہ

پیام زندگی ہے شہیدوں کی داستاں خوشدل
مُردہ دلوں کے واسطے آب حیات ہے

غزل

از بیتاب علی پوری ادیب فاضل سونی پت

چند پھولوں کو ملا کر کے گلستاں نہ کہو
اک تبسّم کو کبھی عیش کا ساماں نہ کہو

بھول کر مجھ سے کبھی عہد کیا تھا تم نے
کر سکے جس کو نہ ایفا اسے پیماں نہ کہو

جس کو مندر سے نہ مطلب ہو نہ کعبہ سے غرض
اس کو ہندو نہ کہو اسکو مسلماں نہ کہو

محفل عیش میں مفلس کا اڑاتے ہیں مذاق
خون جلتا ہے اسے جشن چراغاں نہ کہو!

جس کے دل میں کسی انساں کی محبت ہی نہ ہو
ایسے انساں کو تم بھول کے انساں نہ کہو!

جو ہر اک شاخ سے گل کو بھی جدا کر ڈالے
ایسے گلچیں کو گلستاں کا نگہباں نہ کہو!

ہر گھڑی رنگ بدلتا ہو جو گرگٹ کی طرح
اس کو بیتاب کبھی صاحب ایماں نہ کہو

ہندی نوجوان سے خطاب

(از قلم لوکناتھ دِل)

بڑھا چل. بڑھا چل اے ہندی جواں

جو راہ میں ہوں پتھر کچل دے اُنہیں
بہادر ہے تو آگے بڑھتا ہی جا
سمندر کی چھاتی کو بھی چیر دے
پہاڑوں کے اوپر تو چڑھتا ہی جا

تیرے پیچھے ہے دیش کا کارواں
بڑھا چل بڑھا چل اے ہندی جواں

اُٹھائے جو سر اس کا سر کاٹ دے
ہے طاقت تیری تیز تلوار میں
دکھائے جو آنکھ اسکو اندھا بنا
ہے طاقت تیرے تیر سوفار میں

تیری پیٹھ پر تھپکی دیتی ہے ماں
بڑھا چل. بڑھا چل اے ہندی جواں

شرارے برس جائیں آکاش سے
عدو کے لئے بن تو ایسی گھٹا
تیرے سایہ سے بھی لگیں کانپنے
عدو کے لئے بن تو کالی گھٹا

تو کر اپنی مٹھی میں دشمن کی جاں
بڑھا چل بڑھا چل اے ہندی جواں

ایک ہندی جوان کا عزم و یقین

حسرت رسالپوری

میرے سینے میں تڑپ بجلی ہے پہلے روز سے
برف کو آتش بنا سکتا ہوں اپنے سوز سے

نغمہ ہائے درد سے طوفاں اُٹھا سکتا ہوں میں
نالۂ قلبِ حزیں سے حشر لا سکتا ہوں میں

خفتہ بختوں کے مقدر کو جگانا ہے مجھے
قصرِ استبداد پر بجلی گرانا ہے مجھے

جذبۂ صادق جوانوں میں اُبھارا جائے گا
گیسوئے تقدیرِ ملت کو سنوارا جائے گا

قوم کو عزت سے جینا پھر سکھایا جائیگا
زندگی کو زندگی کے ڈھب پہ لایا جائے گا

بجلیاں مُردہ رگوں میں پھر سے بھر دی جائینگی
قوتیں باطل کی ساری سلب کر دی جائینگی

دھجیاں ظلم و تشدد کی اُڑائی جائینگی
مسندیں کبر و رعونت کی مٹائی جائینگی

سرِ تکبر کا سرِ میدان کچلا جائے گا
کوئی ہو انساں نما شیطان کچلا جائے گا

پردۂ مکر و ریا کو چاک کر ڈالیں گے ہم
فتنہ پردازوں کا قصہ پاک کر ڈالیں گے ہم

ہو چکا لبریز پیمانہ ہمارے صبر کا
پھونک ڈالا جائے گا یہ قصۂ جور و جبر کا

دشمنانِ قوم کو مہلت نہیں دی جائیگی
کوئی بھی اکڑی ہوئی گردن نہ رہنے پائے گی

شعبدہ بازوں کی حکمت چل رہی ہر دیس میں
بھیڑیئے پلتے ہیں اکثر آدمی کے بھیس میں

اپنے اس ماحول پر عفریت ہیں چھائے ہوئے
غیر کے کرگس بھی ہیں پر تول کر آئے ہوئے

قوم کو ان آفتوں سے اب بچایا جائے گا
قوم کے ناموس پر سب کچھ لٹایا جائے گا

روند ڈالو پاؤں میں لاشہ ہر اک مردود کا
راستہ یوں صاف کر دو منزلِ مقصود کا

وہ ذلیل عنصر جو ترقی میں ہے سدِّ راہ جو
اس فضا میں سانس لینے کا اسے موقع نہ دو

اب پنپنے کی نہ جرأت ہو کسی بدکار کو
سانس لینے کا نہ موقع دو کسی غدار کو

تعریفی چٹھیاں

• محترم نندہ صاحب۔ نمسکار۔ ماہ ستمبر کا شمارہ موصول ہوگیا ہے۔ جس کے لئے بندہ نہایت ہی مشکور ہے۔ کلی یگ کے اس زمانے میں جبکہ ہر طرف اگیان کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ بھگوان نے روحانیت کے پنتھ پر چلنے والوں کے لئے آپ کو مشعل راہ بنا کر روشن کر دیا ہے۔ آپکی اس روشنی میں روحانیت کے پرشاد اس منزل کی طرف نہایت اطمینان سے بڑھے جا رہے ہیں۔ جس منزل کو پانے کے لئے مادہ پرست اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ بھگوان ایسی روشنی کو ہمارے درمیان رکھے تاکہ ہم اُس کی ذات میں سما جانے والے راستہ سے نہ بھٹک جائیں۔ بندہ کا دوسرا مضمون سراب خیال جو کہ دراصل "راہ نجات" کے سلسلہ کی ہی اک کڑی ہے زیر تکمیل ہے۔ جونہی تیار ہوگیا آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے گا۔ پرماتما ہم سب کو سومتی بخشے۔

خادم
ویدپرکاش شرما۔ پریم نگر انبالہ

• جناب ایڈیٹر صاحب۔ جے ہند!

کیا کارن ہے۔ کہ آج بزم اوم سے شری شوخ غیر حاضر ہیں۔ اُن کی کویتائیں میں بے حد پسند کرتا ہوں، وہ اوم کے اوراق میں باعث زینت ہوئے ہیں۔ اوم کا ہر لفظ انسانی خدمت کی تلقین کرتا ہے۔ بے لوث انسان خدمت ہی اعلیٰ دھرم ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اوم موجودہ دور میں دیش بھگتی۔ ایشور بھگتی۔ اور منش پریم کی سب سے بڑی خدمت کر رہا ہے۔ اوم کے مطالعہ سے میرا ادبی اور روحانی مواد دن بدن بڑھتا ہے۔ آپکا شبھ چنتک

امرناتھ بٹ ادیب پانڈی پورہ

• از جمنا نگر جناب منیجر صاحب۔

سیوا میں نویدن یہ ہے کہ ایک خط پہلے ڈاک میں ڈال کر دیا تھا کہ رسالہ نہیں ملا۔ لیکن دوسری ڈاک میں رسالہ مل گیا۔ بڑی مہربانی ہوئی۔

رسالہ اوم روحانیت کا بلند ترین رسالہ ہے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اگر رسالہ ایک دو دن لیٹ ملتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز کھوئی گئی ہے۔ ہماری ایشور سے یہی پرارتھنا ہے کہ یہ رسالہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے۔

سوہن لال دلوانہ

• پوجیہ ایڈیٹر "اوم" دہلی۔ سادر نمستے۔ یقین مانئے کہ جب سے میں نے رسالہ اوم کا مطالعہ کرنا شروع کیا ہے میری بہت سی خرابیوں کی اصلاح ہو رہی ہے جسکے لئے میں آپکا از حد شکر گذار ہوں۔ "اوم" میں وہ سب کچھ موجود ہوتا ہے جو کچھ کہ ایک دھارمک رسالہ میں ہونا چاہیئے۔ میں اکثر بہت سے دھارمک رسالہ جات کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، مگر جو کشش اوم میں ہے وہ کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔ رسالہ اوم کی تعلیم نہایت ہی عمدہ ہے۔ مجھے یہ کامل یقین ہے کہ جو انسان سچے دل سے "اوم" کا مطالعہ کریگا۔ وہ خواہ میری طرح کتنا ہی ناستک ہو آستک بن جائے گا۔ میں ہر اک بھائی بہن سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ رسالہ "اوم" کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں۔ اور خواہ مخواہ اندھیرے میں نہ بھٹکتے پھریں۔

سرداری لال دیپک میراں صاحب

ظالم سنگھ ۔ ایک بہادر سپوت

تاریخ کا ایک ورق (جناب ۔ سنگھ امرتسری) (کانپور)

اُن دنوں مرشد آباد میں سرفراز خاں کی عملداری تھی۔ عوام اُن کے طرز حکومت سے خوش نہیں تھے۔ اس لئے دھیرے دھیرے ہر طرف نفرت اور بغاوت کا دھواں سلگ رہا تھا۔ نواب سرفراز خاں کی اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے علی وردی خاں نے اُن کے خلاف ایک سازش تیار کی۔ اور ایک دن ایک بڑی طاقتور فوج لیکر سرفراز خاں کو مقابلہ میں للکار لیا۔

لڑنے یا مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ دونوں طرف کی فوجوں نے گریا کے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ ایک طرف علی وردی خاں کی فوج تھی۔ دوسری طرف سرفراز خاں کی فوج اور درمیان سے ہوکر بھاگیرتی ندی گھراتی ہوئی بہہ رہی تھی۔

رات کا وقت تھا۔ اس لئے دونوں طرف گہری خاموشی تھی۔ صرف مشعلوں کی تیز روشنی میں سپید خیمے یوں چمک رہے تھے جیسے سیاہ بادلوں میں بگلے اُڑ رہے ہوں۔ صبح جب افق پر ہلکی لالی اُبھری۔ تو اعلان جنگ کا بگل بجا دیا گیا۔ بہادر، نڈر، اور خونخوار جوان میدان میں کود پڑے۔ اور پھر ایک ایسی خونی لڑائی چھڑی۔ جس نے تواریخ کے صفحات انسانی خون سے رنگ ڈالے۔

سرفراز خاں ہاتھی پر بیٹھا ایک طوفان کی مانند جس طرف سے ہوکر گزرتا وہاں لاشوں کے ڈھیر نظر آتے۔ ہر طرف بے ہنگم شور وغل دلدوز چیخیں، فلک شگاف نالے۔ اور دل خراش آوازیں اُبھر رہی تھیں۔

سرفراز خاں کا سپہ سالار اعظم بڑی بے رحمی سے مار دیا گیا۔

سرفراز خاں کی آنکھوں نے وہ المناک منظر دیکھا کہ اُن کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اُس کے حوصلوں کو نیا جوش ملا۔ اُس نے دشمنوں کو روند روند کر مار ڈالا...... اور آخر میں خود بھی مارا گیا۔

وجے سنگھ نام کا ایک پہلوان تھا۔ جو سرفراز خاں کی فوج کے پچھلے حصے کی حفاظت کر رہا تھا۔ وہ گریا کے تھوڑی دور گھرا گاؤں میں تھا۔ جب اُس نے اپنے آقا کی موت کے بارے میں سُنا تو اس کے غصے سے بھڑکتے شعلے کو ہوا ملی۔ وہ بڑھکر علی وردی خاں کے روبرو پہنچا۔ اور اپنا نیزہ تان کر شیر سی گرجتی آواز میں بولا۔ سنبھلو وردی خاں...... لیکن قبل اس سے کہ وہ پھر لوہ وار کرتا۔ ایک سپاہی نے اس پر گولی داغ دی اور وجے سنگھ تڑپ کر زمین پر گرا اور ایک وفادار سپاہی کی موت مرا۔

بہادر وجے سنگھ کا ایک نوعمر بیٹا تھا جسکی عمر صرف نو سال تھی۔ اس کا نام ظالم سنگھ تھا۔ وہ اس وحشی لڑائی میں اپنے والد محترم کے ساتھ تھا۔ جب وجے سنگھ گھوڑے سے نیچے گرا تو ظالم سنگھ نے فوراً اپنی تلوار نکال لی۔ اور اپنے والد کی حفاظت کے لئے دوڑا۔ ہر سو علی وردی خاں کے سپاہی فتح کے نعرے لگا رہے تھے۔

لیکن ظالم سنگھ بالکل نہ ڈرا۔ وہ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح علی وردی خاں کے سپاہیوں پر ٹوٹ پڑا۔ اور چیخ کر

بولا تم میں سے کوئی بھی میرے والد وجے سنگھ کے مقدس جسم کو چھو کر ناپاک نہیں کر سکتا...... میں ایک ایک کو قتل کر دونگا۔ .... سپاہی ڈر کر پیچھے ہٹنے لگے۔

علی وردی خاں نے ایک کم سن بچے کے دل میں والد کا اتنا احترام دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اُس نے سپاہیوں کو جنگ بند کرنے کا حکم دیا اور بہادر وجے سنگھ کے مُردہ جسم کا مکمل عزت اور احترام اور ہندو رسم رواج کے ساتھ انتم سنسکار کے لئے کہا۔

سپاہی بھی ایک نو عمر لڑکے کی بہادری سے اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے جوش و خروش کے ساتھ اُس کو کندھوں پر اُٹھا لیا۔

وجے سنگھ کے جسم بے جان کی چتا بھاگیرتی ندی کے کنارے جلائی گئی اور مقدس راکھ کو بہتے ہوئے پانی کی نذر کر دیا گیا۔

مُرشد آباد کی تاریخ میں گریا کی یہ لڑائی بہت مشہور ہے۔ اور ظالم سنگھ معصوم کی بہادرانہ لڑائی نے اس کو بہت اہمیت دیدی ہے۔ وہ جگہ جہاں ظالم سنگھ نے بہادر سپاہیوں کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ وہاں آج ایک مٹھ ہے جو ظالم سنگھ کے مٹھ کے نام

وصیّت کا اشارہ

(ڈاکٹر راج بہادر ورما راز بریلوی مرحوم کی یاد میں جو ۲۷ جون ۱۹۶۵ء کو اس جہانِ فانی سے سیکوڑوں کو تا چھوڑ کر چل بسے جن تک اب صرف دعائیں ہی پہنچائی جاسکتی ہیں)

(از قلم جگدیش بہادر ورما کیف۔ بریلوی)

زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
پیکرِ اُنس و محبّت رہنمائے سادگی ؛ رہروِ راہِ طریقت پاسدارِ آشتی
صدق آمیزی پہ شیدا اور تکلف سے گریز ؛ ہے سبق آموز و عبرت خیز تیری زندگی
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
شانتی کا تو پجاری تھا امن کا دیوتا ؛ حرّیت کی شان تھی تجھ میں وطن کا جوش تھا
پاک باطن، پاک طینت صاف گو سادہ چلن ؛ راستی و صاف گوئی ہی رہا شیوہ تیرا
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
دل میں جو کچھ ٹھان لی پھر عہد کو توڑا نہیں ؛ صبر و استقلال کا دامن کبھی چھوڑا نہیں
مرتے دم تک خندہ زن اور خندہ پیشانی رہا ؛ آفتیں صد آئیں پر ہمّت سے منھ موڑا نہیں
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
پیار کرنا پر تھا بھروسہ۔ بندگی پر اعتماد ؛ تھا پرستار وفا حق پر مکمّل اعتقاد
تیرے اوصاف حمیدہ ہم بھلا سکتے نہیں ؛ تا ابد کرتا رہے گا ادبِ اُردو تیری یاد
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
کتنا خوش قسمت تھا اور کتنا نصیبہ ور تھا تو ؛ خود بخود لحتِ جگر آئے تھے کھنچ کر روبرو
زندگی اور موت کی جھانکی دکھاتے کے لئے ؛ کر گیا خونِ تمنّا اور خونِ آرزو
زندگی کیا ہے وصیّت کا اشارہ کر چلے ؛ کر چلے اے رازؔ بے بس بے سہارا کر چلے
داغِ فرقت گر مٹائیں بھی مٹا سکتے نہیں ؛ آگ سینے کی بجھائیں بھی بجھا سکتے نہیں
کیفؔ چھوڑا ہے وراثت میں خزانہ علم کا ؛ درسِ عبرت گر بھلائیں بھی بھلا سکتے نہیں

ناردرن ریلوے

نوٹس

یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء سے ٹائم ٹیبل میں عام تبدیلیاں کیگئی ہیں اور کچھ سیدھی گاڑیوں کی رفتار بڑھائی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل تبدیلیاں رُونما ہونگی

I نئی گاڑیاں جو جاری کی گئیں :-

(i) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین جالندھر سٹی اور لوہیاں خاص (ڈیزل ریل کار نمبر 3۔ جے ایل کے۔/4 جے ایل کے

(ii) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین نواںشہر دوآبہ اور جالندھر سٹی (ڈیزل ریل کار نمبر 3 این جے / 4۔ این جے)

(iii) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین دہلی اور بیکانیر (بیکانیر ایکسپریس 89 - اپ/90 ڈاؤن)

(iv) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین ہنومان گڑھ اور صورت گڑھ (پسنجر نمبر ا - بی۔ ایچ۔ ایس۔ ڈی/ 2 بی۔ ایچ۔ ایس۔ ڈی)

V ایک گاڑی ہر جانب سے مابین پلارہ اور پیپر روڈ (پسنجر 3 جے پی۔ بی/ 4 جے پی۔ بی)

VI ایک گاڑی ہر جانب سے مابین پٹھان کوٹ اور ڈیرہ نانک پیپروالا۔ (پسنجر۔3 پی۔ بی/ 4 پی۔ بی)

(2) (اے) گاڑیاں جو بڑھادی گئیں :-

99۔ اپ/ 100 ڈاؤن۔ ہریانہ ایکسپریس۔ جو دہلی اور حصار کے درمیان چلتی ہیں اب سرسہ تک بڑھادی گئی ہیں۔

(بی) گاڑیاں جو منقسم کردی گئیں۔

45 اپ 46 ڈاؤن جنتا ایکسپریس۔ پٹھانکوٹ کی بجائے امرتسر تک ختم ہوکر وہیں سے چلا کریگی۔ اور ایک علیحدہ گاڑی نمبر 5۔ اے۔ بی۔ پی/ 6 اے۔ بی۔ پی امرتسر اور پٹھان کوٹ کے مابین چلا کریگی۔

(3) گاڑیاں جن کی رفتار تیز کردی گئی۔

(i) 208 ڈاؤن۔ جودھپور آگرہ ایکسپریس۔ 35 منٹ تیز

(ii) 96 ڈاؤن مارواڑ میل۔ دس منٹ تیز۔

(iii) 95 اپ مارواڑ میل 5 منٹ تیز

(iv) 93 اپ۔ جودھپور میل 5 منٹ تیز

(v) 91 اپ/ 92 ڈاؤن۔ بیکانیر میل: دونوں گاڑیاں 5 منٹ تیز

(vi) 100 ڈاؤن۔ ہریانہ ایکسپریس 5 منٹ تیز

(vii) 57 اپ۔ پٹھانکوٹ ایکسپریس۔ 5 منٹ تیز

(viii) 25۔ اپ ایئر کنڈیشنڈ ایکسپریس (ہفتہ میں دو دفعہ) 5 منٹ تیز

(IX) 19۔ اپ ڈیرہ دون ایکسپریس 5 منٹ تیز

(X) 3۔ کے۔ ایس۔ ایم۔ کم پسنجر و ریل موٹر۔ 10 منٹ تیز

XI 4 کے۔ ایس۔ 15 منٹ تیز۔

(4) نئے سٹیشن کھولے گئے :-

ریواڑی سادولپور سیکشن پر اولنٹ ہالٹ

(5) نئے ہالٹ مہیا کئے گئے :-

(i) 3 اے۔ ایف اور 6 اے ایف دھیر پنج پر

(ii) 71 اپ ہاران گگو پر

(iii) 7۔ بی۔ ایس۔ ای۔ اور 6 بی ایس جی ایچ۔ چک مہاراج کا ہالٹ پر

IV ۱۔ بی آر آر۔ 2 بی آر آر۔ 3 بی آر آر۔ 4 بی آر آر اولنٹ ہالٹ پر

V 2 بی۔ آر۔ ایس۔ سدرانہ ہالٹ پر

(vi) 2۔ بی۔ بی۔ ایس۔ رتن گڑھ کنک وال ہالٹ پر

(vii) 59 اُپ راجپورہ پر

(viii) 1۔ ڈی آر۔ اور 343 اُپ۔ منڈکا ہالٹ پر

(IX) 4۔ ڈی۔ ایس۔ یو۔ 372 ڈاؤن۔ 2 اے۔ ٹی۔ ڈی 375 اُپ اور 2 ڈی۔ ڈی۔ صاحب آباد پر۔ ۱

(X) 39 اُپ/ 40 ڈاؤن اُریخ ڈھ پر

(6) نئے کونیکشن جو مہیا کیے گئے۔

(i) 2 ڈاؤن معہ 56 ڈاؤن دہلی پر

(ii) 19 ڈاؤن معہ 369 اُپ۔ 56 ڈاؤن اور 219 اُپ دہلی پر

(iii) 1 ڈی۔ یو معہ 46 ڈاؤن۔ انبالہ چھاؤنی پر

(iv) 8 کے ایس۔ معہ 87 ڈاؤن۔ کالکا پر

(V) 2۔ بی۔ ایس۔ آر/ 3 بی۔ ایس۔ آر۔ 1 جے۔ آر۔ ڈی/ 2 جے۔ آر۔ ڈی معہ 89 اُپ/ 90 ڈاؤن بیکانیر ایکسپریس رتن گڑھ پر

(vi) 2۔ بی۔ آر۔ ایس معہ 89 اُپ ریواڑی پر

(vii) 1۔ بی۔ ایس۔ بی معہ 2 بی ایچ۔ ایس۔ ڈی۔ صورت گڑھ پر

(viii) 2۔ بی۔ ایچ۔ ایس۔ ڈی معہ 4۔ بی۔ بی۔ 3۔ بی ایس۔ بی اور ۱۔ بی۔ ایس۔ ایچ۔ ہنومان گڑھ پر

IX ۱۔ بی۔ ایچ۔ ایس۔ ڈی معہ 3 بی۔ بی۔ بی۔ 4۔ بی ایس۔ بی 4۔ بی۔ ایس۔ ایچ۔ ہنومان گڑھ پر۔

(X) 5۔ ایس۔ یو معہ 87 اُپ انبالہ کینٹ پر

(7) ہالٹس جو منسوخ کر دیئے گئے۔

(i) ۱۔ ٹی۔ اے۔ 356 اُپ۔ 2۔ اے۔ سی۔ اور 355 ڈاؤن اعتماد پور پر۔

(ii) 2۔1۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ایف۔ کوٹر پور پر

(iii) 2۔1۔ اے سی۔ ڈاؤن۔ بھالیسر پر

(iv) 207 اُپ/ 208 ڈاؤن تھانہ۔ مٹھری ہالٹ۔ بسرولی اور یولا وار۔ پر

(V) 25 اُپ اور 59 اُپ سبزی منڈی پر

(vi) ۱۔ اے۔ بی۔ کیو۔ وڈالہ گرنتھیاں پر

(8) گاڑیوں کے اوقات میں اہم تبدیلیاں

(i) 63 ڈاؤن طوفان ایکسپریس۔ دہلی سٹیشن پر 35-17 کی بجائے 25-17 پر پہنچا کرے گی۔

(ii) 19 ڈاؤن۔ ڈیرہ دون ایکسپریس دہلی سٹیشن پر 10-7 کی بجائے 25-6 پر پہنچا کرے گی اور 20-9 کی بجائے 15-8 پر روانہ ہوگی۔ یہ گاڑی دہرہ دون 5-19 کی بجائے 55-17 پہنچا کرے گی۔

(iii) 2۔ ڈاؤن۔ دہلی سے 35-8 کی بجائے 30-8 پر روانہ ہوا ہوگی

(IV) 82۔ ڈاؤن نئی دہلی سے 16 کی بجائے 20-16 پر روانہ ہوا کرے گی۔

(V) ۱ اُپ میل۔ مغل سرائے سے 42-7 کی بجائے 42-6 پر روانہ ہوا کرے گی۔ اور دہلی 35-20 پر پہنچا کرے گی

(VI) 83 اُپ لکھنؤ سے 21 کی بجائے 50-20 پر روانہ ہوا کرے گی۔

(VII) 87 اُپ کالکا سے 20-18 کی بجائے 10-19 پر روانہ ہوا کرے گی۔

(VIII) 55 اُپ مرادآباد سے 30-16 کی بجائے 40-16 پر چلے گی اور دہلی 35-20 کی بجائے 5-20 بجے پہنچے گی

ix 57 اُپ لدھیانہ 35-15 کی بجائے 25-15 پر پہنچے گی اور 49-15 کی بجائے 38-15 پر روانہ ہوگی

(X) 357 اُپ الہ آباد 40-21 کی بجائے 45-22 پر روانہ ہوگی اور لکھنؤ 05-6 کی بجائے 55-6 کو پہنچے گی

(XI) 131 اُپ مغل سرائے 45-20 کی بجائے 45-19 پر چلے گی اور لکھنؤ 40-7 کی بجائے 6 بجے چلے گی

اور بریلی 15-45 کی بجائے 14 بجے پہونچے گی۔

(XII) 3 - ایم ڈی مرادآباد سے 5-11 کی بجائے 20-11 بجے چلے گی۔ اور دہلی 05-16 کی بجائے 50-16 پر پہنچیگی۔

(XIII) نمبر1۔ اے۔ ٹی۔ ڈی 50-16 کی بجائے 18 بجے دہلی پہنچیگی

(XIV) 94 ڈاؤن۔ جودھپور سے 4 بجے کی بجائے 35-14 پر روانہ ہوگی اور دہلی 25-5 کی بجائے 05-6 پر پہنچے گی

(XV) 232۔ ڈاؤن۔ ریواڑی سے 45-3 کی بجائے 3-15 پر روانہ ہوگی اور دہلی 6 بجے کی بجائے 5-25 پر پہنچیگی

(XVI) 204 ڈاؤن۔ ریواڑی سے 35-16 کی بجائے 20-16 پر چلے گی اور دہلی 50-18 کی بجائے 18.30 پر پہنچیگی۔

(XVII) 208 ڈاؤن جودھپور سے 30-22 کی بجائے 0-22 پر روانہ ہوگی اور کچامن روڈ 5.15 کی بجائے 10-4 پر پہونچے گی۔

(XVIII) 96 ڈاؤن۔ مارواڑ جنکشن سے 35.18 کی بجائے 18.30 پر چلے گی۔ اور جودھپور سے 23.30 کی بجائے 3.00 بجے روانہ ہوکر بیکانیر 7.55 کی بجائے 7.40 پر پہنچیگی

(XIX) 95 اَپ 20.15 کی بجائے 20.10 پر بیکانیر سے روانہ ہوگی اور مارواڑ جنکشن پر 10.50 کی بجائے 10.40 پر پہنچے گی۔

(XX) 100 ڈاؤن 5.15 کی بجائے 5.05 پر حصار سے روانہ ہوگی اور ریواڑی 8.20 کی بجائے 8.10 پر پہنچیگی اور وہاں سے 8.40 کی بجائے 8.27 پر روانہ ہوکر دہلی 10.50 کی بجائے 10.35 پر پہنچے گی۔

(XXI) نمبر 2۔ جے۔ ایم۔ بی۔ 16.40 کی بجائے 12.15 پر مارٹا روڈ سے روانہ ہوگی اور بیکانیر 22.00 کی بجائے 17.10 بجے پہنچیگی

(XXII) نمبر 2 بی۔ آر۔ ایس۔ ریواڑی سے 6.55 کی بجائے 5-6 پر روانہ ہوگی۔ اور سرسہ 13.05 کی بجائے 12.20 پر پہنچیگی۔

(XXIII) 210۔ ڈاؤن۔ جودھپور سے 9.00 کی بجائے 8.38 پر روانہ ہوگی اور کچامن روڈ 16.15 کی بجائے 15.55 پر پہونچے گی۔

(XXIV) نمبر1۔ بی۔ ایس۔ آر 40۔6 کی بجائے 6.10 پر رتن گڑھ سے روانہ ہوگی اور سردار شہر 8.48 کی بجائے 8.16 پر پہونچے گی۔

(XXV) نمبر 2۔ بی۔ ایس۔ آر۔ سردار شہر سے 9.50 کی بجائے 9.15 پر روانہ ہوگی۔ اور رتن گڑھ 12 بجے کی بجائے 11.25 پر پہونچے گی۔

(XXVI) 3 کے۔ ایس۔ 12.10 کی بجائے 11.55 بجے شملہ پہنچے گی۔

(9) ایئر کانڈیشنڈ اکاموڈیشن گاڑیاں جو منسوخ کر دی گئیں!

(i) 41۔ اَپ اور 42 ڈاؤن مسوری ایکسپریس گاڑیاں دہلی اور دہرہ دون کے مابین (16 اکتوبر ۱۹۶۵ء سے) اور 93 اَپ/94 ڈاؤن جودھپور میل۔ دہلی اور جودھپور کے مابین۔

(10) تھرو سیکشنل کیریجز۔ جو جاری کی گئیں۔

(i) دو تھرڈ کلاس بوگیز ٹرین نمبر 51 اور 52 مابین لکھنؤ اور پٹھانکوٹ کے ساتھ روزانہ چلیں گی

(ii) ایک فرسٹ اور تھرڈ کلاس بوگی ہفتہ میں دو دفعہ ٹرین نمبر سی۔ آر۔ 7/4/ آئی۔ ایم۔ ایل اور ایک 32/3 سی۔ آر۔ 8 مابین بمبئی۔ وی۔ ٹی۔ اور ورانسی X اور بمبئی۔ وی۔ ٹی۔ اور وارانسی سے واپسی بروز منگلوار اور شکروار ایک ساتھ) چلے گی۔

(iii) ایک فرسٹ سیکنڈ اور تھرڈ کلاس بوگی۔ روزانہ 89/1 جے۔ آر۔ ڈی۔ مابین دہلی اور ڈیگانہ۔ اور ایک تھرڈ کلاس بوگی روزانہ 2۔ جے۔ آر۔ ڈی/ 90 چلے گی۔

مفصل معلومات کیلئے اکتوبر ۱۹۶۵ء کا ٹائم ٹیبل ملاحظہ فرماویں۔ جو کہ ریلوے بکنگ ریزرویشن اور انکواری کے دفترو اور مشہور سٹیشنوں پر بک سٹالوں سے مل سکتا ہے چیف آپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ

92 PU B/0
R-No-42

SUFFERING
A BLESSING IN DISGUISE

CONTENTS

PART I

PAGES

THOUGHTS ON SUFFERING BY :

1. Patinjali 1-2
2. Shankaracharya and Manu 2
3. H. P. Blavatsky 2-3
4. Swami Vivekananda 3
5. Brother Lawrence (in Golden Thoughts) 4
6. Mahatma Gandhi 5-6
7. Maharishi Ramana 6
8. Sir Rabindra Nath Tagore 6-10
9. Shri Sadhu T.L. Vaswami and St. Francis of Assisi ... 10-12
10. Dr. Robert Young (Presbyterian Minister) ... 12-15

PART II

THOUGHTS ON DEATH BY :

1. Various Philosophers 15-16
2. Martinus. President. The Martinus Institute of Spiritual Science, Copenhagen (Denmark) 17-27
3. Horrors and Terrors without Death. (Citizenship in the Kingdom of Heaven), Prabuddha Bharat (Almora and Calcutta) ... 27-32

PART III

BLESSINGS OF SILENCE AND SOLITUDE 33-38

PART IV

UNDERSTAND LIFE AND HOW TO AVOID MISERY ... 39-129

PART V

CC-OPERATION, INTEGRATION AND WORLD PEACE ... 130-132

Obtainable from : The Manager, **Price : Rs. 2/-**

"OM" Monthly Magazine,

Ajmeri Gate, DELHI.

Monthly 'OM' Delhi.

Vol. 32 October 1965 Regd. No. D—84

Printed at Sood Litho Press, Pataudi House, Daryaganj, Delhi.